ماہنامہ

دلیلِ راہ

لاہور

ستمبر 2024ء - صفرالمظفر/ربیع الاول 1446ھ

اے بی سی تصدیق شدہ اشاعت CPL.No:406

ماہنامہ
دلیلِ راہ
لاہور

شمارہ 09 | ستمبر 2024ء | جلد 32

مدیر اعلیٰ
سید ریاض حسین شاہ

مشیر ادارت
ڈاکٹر رضا فاروقی

مجلسِ اعزاز
- علامہ حافظ نور محمد بندیالوی
- محمد نواز کھرل
- سید قیصر عباس شاہ
- انجینئر سرفراز احمد ضیغم
- حافظ محمد زبیر اعوان
- ارشد محمود ارشد
- احد شریف • شیخ محمد راشد

ادارتی معاونین
- ابومحی الدین
- ڈاکٹر منظور حسین اختر
- طالب حسین مرزا
- خادم حسین مرزا
- حافظ محمد عفان منظور

ہرچہ مرد در بزمِ شوق آوردہ ام

1	نعت شریف	مفتی محمد لیاقت علی نقشبندی	4
2	گفتنی و ناگفتنی	سید ریاض حسین شاہ	5
3	تبصرہ و تذکرہ	سید ریاض حسین شاہ	9
4	درس حدیث	حافظ سخی احمد خان	13
5	سیرتِ مصطفیٰ ﷺ	علامہ محمد ارشد	18
6	میلاد النبی ﷺ	آصف بلال آصف	21
7	این سعادت بزور بازو نیست	ڈاکٹر منظور حسین اختر	24
8	پیرس کی مساجد اور مسلمان	ڈاکٹر محمد اظہر نعیم	29
9	حروفِ محبت	ڈاکٹر سرور حسین نقشبندی	31
10	تقریبِ رونمائی ''تبصرہ''	ماسٹر احسان الٰہی	32
11	عظمتِ صحابہ کی آڑ میں	ڈاکٹر طارق محمود احمد	38

قیمت فی شمارہ
30 روپے

سالانہ خریدار بمعہ ڈاک خرچ
600 روپے

جاز کیش، ایزی پیسہ
0323-8400651

بیرون ملک سالانہ
200 ڈالر، 100 پونڈز

رابطہ دفتر: اتفاق اسلامک سنٹر، ایچ بلاک، ماڈل ٹاؤن، لاہور فون: 0322-4301986, 042-35838038
ہیڈ آفس : ادارہ تعلیمات اسلامیہ سیکٹر نمبر 3، خیابان سرسید راولپنڈی فون: 051-4831112
E-mail: daleelerah@gmail.com Online Edition: www.daleelerah.com

پبلشر سید ریاض حسین شاہ نے گنج شکر پرنٹرز سے چھپوا کر ماڈل ٹاؤن لاہور سے شائع کیا

آپ کے دم سے سجا وحدت کا بُستاں یا نبی
آپ نے بخشا ہمیں خالق کا عرفاں یا نبی

رے عالم پر ہے چھائی نا امیدی کی خزاں
آپ کی سیرت فقط رنگِ بہاراں یا نبی

ہر طرف ظلمت کا پہرہ ، روشنی کے واسطے
آپ کا اسوہ ہے اک مہرِ درخشاں یا نبی

حسنِ ظاہر حسنِ باطن کے ہیں سب جلوے یہاں
آپ ہیں حسنِ ازل کے ماہِ تاباں یا نبی

ہو نصیب ایسا حصارِ الفتِ عترت مجھے
آ نہ پائے میرے دل میں حبِ شاہاں یا نبی

سب نبی درجے میں اعلیٰ کوئی بھی ان سا نہیں
اور ہیں سب انبیاء کے آپ سلطاں یا نبی

کچھ نہیں دامن میں اپنے ، لا کے پیشِ بارگاہ
کر سکیں ہم آپ کو خنداں و فرحاں یا نبی

حُسنِ اعمالِ حَسَن ہے آپ کے در کی عطا
ہو شفا یابی ہمیں از دردِ عصیاں یا نبی

سائبانِ عاصیاں ہو گی شفاعت آپ کی
جب اٹھیں گے حشر میں لرزاں و ترساں یا نبی

بیڑیاں عصیاں کی ٹوٹیں ، آپ کی دہلیز پر
مفتیِ عاصی کھڑا ہے پا بجولاں یا نبی

مفتی محمد لیاقت علی نقشبندی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند

12ربیع الاوّل کی صبح عالم انسانیت کے لیے یمن و سعادت کی صبح ہے۔۔۔۔رحمت و برکت کی صبح ہے۔۔۔۔بہجت ومسرت کی صبح ہے۔۔۔۔خیر وبرکت کی انہی ہمایوں ساعتوں میں حضور پرنور شافع یوم نشور کتم غیب سے منصۂ شہود پر جلوہ افروز ہوئے۔۔۔۔ستاروں نے اپنے نورانی کٹوروں سے روشنیاں زمین پر برسائیں۔۔۔۔ہواؤں نے اپنے دوش پر خوشبویں لاد کر مادر گیتی کا طواف کیا۔۔۔۔ظہور قدسی پر کارگاہِ حیات کی ایک ایک چیز نے بصد ادب و توقیر گردنیں جھکا دیں ۔۔۔۔سمندروں، دریاؤں اور نہروں میں لہریں محو رقص دکھائی دینے لگیں۔۔۔۔فضاؤں میں ایک شور سا اٹھا۔۔۔۔سلیم فطرت لوگوں نے اس کی تعبیر درود وسلام سے کی۔۔۔۔کرّ و بیاں زمین کی طرف جھانک کر دیکھنے لگے۔۔۔۔آج آغوش خاک سے کون ابھرا ہے۔۔۔۔تاریخ نے انبیاء و مرسلین کی بشارتوں کو دامن میں سجا کر نعرۂ رسالت بلند کیا۔۔۔۔بت خانوں میں نصب کیے گئے بت اور صنم لرزنے لگے۔۔۔۔آج کا شانہ ابرہیمی سے بت شکن جلوہ گر ہو گیا۔۔۔۔مہبطِ آدم پر آج جنتی پھولوں کی نکہت بیزیاں اور روشنیاں مشام عالم کو معطر کرنے لگیں۔۔۔۔کعبے سے تعلق باللہ استوار کرنے والے کی میلادی خوشیوں پر اذانیں گونجیں۔۔۔۔نام محمد ﷺ کی برکتوں نے جہان آب وگل کو شگفتگی اور درخشندگی کا تحفہ دیا۔۔۔۔رضوان جنت نے فردوسِ آرام و راحت کے دروازے کھولے۔۔۔۔اس لیے کہ آغوشِ آمنہ میں سیادتوں کا سرتاج روحانی چاند بن کر اترا۔۔۔۔آج کے دن ان کی ولادت ہوئی جنہیں جس نے قریب سے دیکھا اس کی کایا پلٹ دی گئی۔۔۔۔ان کے دوستوں میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے عزیز ہیں ان کی زندگی ایک واشگاف اعلان ہے محمد ﷺ کا چہرہ لاجواب ہے۔۔۔۔ان کے عزیزوں میں علی رضی اللہ عنہ سب سے پیارے ہیں وہ قسم کر کے کہتے ہیں ان ایسا نہ پہلوں میں کوئی آیا ہے اور نہ بعد والوں میں کوئی ہو سکتا ہے۔۔۔۔خدمت گاروں میں ایک غلام ہے ان کا تو پہلے سے اعلان ہے محمد ﷺ نور ہیں۔۔۔۔ان کی پہلی بیوی مومنوں کی ماں کہتی ہیں اللہ کبھی انہیں عزت سے دور نہیں کرے گا اس لیے کہ وہ مہمان نواز، کسبِ معدوم کرنے والے ہیں۔۔۔۔اور ضرورت مندوں کی مدد کرنے والے ہیں۔۔۔۔

حضور ﷺ کے میلاد پر علم مسکرایا۔۔۔۔حکمت قہقہ زن ہوئی۔۔۔۔کردار نے محبت کی جوت جی میں جگائی۔۔۔۔حسنِ اخلاق نے خوشیوں کا میلہ رچایا۔۔۔۔بہاروں نے بھنگڑے ڈالے۔۔۔۔خوشبویں اور روشنیاں ہم آغوش ہوئیں۔۔۔۔زندگی کی افسردہ رگوں میں حرارت کی لہریں دوڑیں۔۔۔۔شبستانِ ادب میں نورِ سحر پیدا ہوا۔۔۔۔محرومیوں اور شقاوتوں کے دام ٹوٹے۔۔۔۔مایوسیوں کے قفس بکھرے۔۔۔۔تمرد اور طغیاں کی گردنیں ٹوٹیں۔۔۔۔آوارہ طبعیت شیطانوں پر شہابیے برسائے گئے۔۔۔۔محبتوں کی خوئے سلیم رکھنے والے

صہبائے اخوت سے سرشار ہوئے۔۔۔۔۔رخ ہستی پر اجالا ان کی جبین درخشندہ سے پھیلا۔۔۔۔۔آج کی صبح محسوس یہ ہوا جیسے ماہتاب و آفتاب کاشانہ آمنہ کی دہلیز پر پڑے ہوئے ذروں میں آکر بٹ گئے۔۔۔۔۔
چشم و گوش کے ایوان گونج اٹھے۔۔۔۔۔صحیفہ نور ورق ورق کھلتا گیا۔۔۔۔۔چاندنی کی صفیں بچھتی گئیں۔۔۔۔۔فرشتے درودوں کے نغمے گنگناتے ہوئے اور روحیں سلاموں کے گیت گاتی ہوئیں کاشانہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے گرد اگرد حلقہ زن ہوئیں۔۔۔۔۔آواز آئی

قَدْ جَآءَكُم مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾

''اور بے شک اللہ کی طرف سے تمہارے پاس ایک نور اور روشن کتاب آئی''۔(المائدہ:15)

اس روشنی کے ابھرنے سے پہلے، اس رحمت کے چھا جانے سے قبل اور اس مسیحا کے آجانے سے پہلے انسانی معاشرہ کیا تھا اور کیسا؟ ایک سیرت نگار کی تصویر کشی ملاحظہ ہو:

''بتوں پر آدمیوں کی قربانی چڑھائی جاتی تھی۔باپ کی منکوحہ بیٹے کو وراثت میں ملتی تھی۔حقیقی بہنوں سے ایک شادی جائز تھی۔ازدواج کی کوئی حد نہ تھی قمار بازی، شراب خوری اور زنا کاری کا رواج عام تھا۔بے حیائی کی یہ حالت تھی کہ سب سے بڑا نامور شاعر امرءالقیس جو شاہزادہ بھی تھا قصیدہ میں اپنی پھوپھی زاد بہن کے ساتھ اپنی بدکاری کا واقعہ مزے لے لے کر بیان کرتا ہے اور یہ قصیدہ درکعبہ پر آویزاں کیا جاتا ہے۔لڑائیوں میں لوگوں کو زندہ جلا دینا۔مستورات کے پیٹ چاک کر دینا معصوم بچوں کو تہ تیغ کر دینا عموماً ٹھیک بلکہ اچھا جانا جاتا''۔

یہ تھے وہ حالات جن میں میلادِ نبوی کی روشنی رحمت کا پیغام بن کر ہر سو چھا گئی۔یہ فیصلہ مشیت ایزدی کا تھا۔۔۔۔۔یہ اہتمام کارساز فطرت کا تھا۔۔۔۔۔یہ شفقتوں کی رُت خود خالق کائنات نے بنائی تھی کہ صرف اپنے گھر والوں کی نہیں۔۔۔۔۔ایک قبیلہ کی نہیں۔۔۔۔۔ایک قوم کی نہیں۔۔۔۔۔ایک ملک کی نہیں بلکہ عوالم کی تقدیر سازی کر دی جائے۔۔۔۔۔ان میں ایسا مسیحا اٹھایا جائے جس کے دم دم میں تڑپتی سسکتی انسانیت کے لیے سکون اور رحمت کا پیغام ہو۔۔۔۔۔جو فطرت کے نظام سے بغاوت کرنے والوں کا انجام بتائے۔۔۔۔۔جو فرعونوں، نمرودوں اور سرکش طاغوتوں کی گردنیں مروڑ دے۔۔۔۔۔اور جس کی نشست و برخاست میں دائمی اور مسلسل برکتیں ارزاں ہوں۔

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرَا ۙ﴿۱﴾

''برکت نواز ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل کیا تاکہ وہ تمام جہان والوں کو ڈر سنانے والا ہو''۔(الفرقان:1)

آج کی صبح کتنی سہانی صبح ہے۔۔۔۔۔آج کی صبح کی فیض باریاں لفظوں میں نہیں لائی جاسکتیں۔۔۔۔۔آج کی صبح ایک اعلان ہے کہ دنیا پر چھائی ہوئی ظلم کی سیاہ رات اب ختم ہوگئی ہے۔۔۔۔۔آج جو پاکیزہ، عظیم خوبصورت اور عظمت مآب روح جلوہ گر ہوئی ہے۔اس کی آمد کی برکت سے اندھے بینا ہوں گے۔۔۔۔۔بیمار تندرست ہوں گے۔۔۔۔۔اور مردوں کو حیات نو کا پیغام ملے گا۔۔۔۔۔وہ دنیا میں ایسا نادِر انقلاب، نادر اعجاز اور نادر نور پھونکیں گے کہ رہزن رہرو بلکہ رہبر بن کر چھا جائیں گے۔۔۔۔۔صداقتوں اور پاکیزگیوں کو شرف و مجد کی خلعتیں پہنائی جائیں گی۔۔۔۔۔آنے والے نور اور چھا جانے والے سراپائے سرور کی نظر اٹھے گی تو ہدایت کے پیمانے ہر سو گردش کرنے لگیں گے۔۔۔۔۔ان کی نظر جھکے گی تو حیا کی اقدار اپنے چہرے پر اعتبار کی تازگی محسوس کریں گی اور بے بسیاں قوت، طاقت اور یقین کا ماحول بن جائیں گی۔

ان کی آمد کا جلوہ ان کے خالق نے اپنی کتاب میں نور کی زبان میں برنگ نور بیان کیا ہے۔

لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾

''بے شک تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک عظیم رسول تشریف فرما ہوئے ہیں تمہارا مشقت میں پڑ جانا ان پر بڑا گراں گزرتا ہے وہ تم میں سے ہر ایک کے خیر خواہ اور مومنوں پر تو نہایت مہربانیاں فرمانے والے اور رحمت فرمانے والے ہیں''۔(التوبہ:128)

12 ربیع الاوّل کی صبح معجزات کی ''بارات'' ہے۔۔۔۔عقیدتوں کے پھول برس رہے ہیں۔۔۔۔محبتوں کی گل پاشیاں ہو رہی ہیں۔اس نورانی صبح کی طلعت سے پہلے محبت کے سارے گیت اور نغمے سازوں میں دبے تھے۔۔۔۔دلوں میں دھڑکنیں تھیں لیکن ان کے اندر مسرّتوں کی روح مفقود تھی۔۔۔۔حسن تھا لیکن ابھی پردے میں۔۔۔۔عشق تھا لیکن ابھی اس پر لرزہ طاری نہیں ہوا تھا۔۔۔۔لفظ تھے لیکن ان کے قالب میں معانی کی روح نہیں تڑپتی تھی۔۔۔۔کتابیں تھیں لیکن ان کا مصدق ابھی جلوہ گر نہیں ہوا تھا۔۔۔۔نظریں تھیں لیکن ابھی چہرہ بے مثل کی زیارت سے محروم تھیں۔۔۔۔دل تھے لیکن انہیں معبود سے کوئی ملانے والا ختم نبوت کی خلعت میں مبعوث نہیں ہوا تھا۔۔۔۔کان تھے لیکن فاران کی اذان ابھی نہیں گونجی تھی۔۔۔۔بچے پیدا ہوتے تھے لیکن ان کے کانوں میں توحید رسالت پر ایمان کا رس گھولنے والا ابھی نہیں آیا تھا۔۔۔۔یہ اعجاز 12 ربیع الاوّل کی صبح کو ملا جب کاشانہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی روشنیاں تمام جہانوں پر محیط ہو گئیں۔۔۔۔ان کی میلاد کی خوشیاں اتنی میٹھی تھیں کہ درختوں، پودوں، پتھروں اور سنگریزوں سے درودوں کی صدائیں گونجنے لگ گئیں۔۔۔۔

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾

''بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان لانے والو! تم بھی ان پر خوب اور خوب درود و سلام بھیجو''۔(الاحزاب:56)

آج کا دن اس ہستی کے ظہور اور ولادت کا دن ہے جس نے دنیا میں مہر و محبت بانٹی، شفقت و الفت کے قاسم بنے اور ہمدردی اور رحمت کی نقابت کی۔۔۔۔آج کا دن ان کی ولادت کا دن ہے جنہوں نے اپنے پیچھے چلنے والوں کو سمجھایا حکمت اور دانش تمہاری کھوئی ہوئی متاع ہے۔۔۔۔تمہیں جہاں سے بھی ملے اسے حاصل کر لو۔۔۔۔آج کے دن جن کی ولادت ہوئی انہوں نے اعلان فرمایا تھا جو دوسروں پر رحم نہیں کرتا وہ خود رحم سے محروم ہو جاتا ہے۔۔۔۔آپ کی نظر ہمیشہ حقائق پر رہی۔آج کے مولود کی برکت یہ بھی تھی کہ ان کی ولادت نے سڑی ہوئی لاشوں کے چہروں سے خوشنما نقاب نوچ نوچ کر پھینک دیے۔۔۔۔اور ہر گندگی کی بیخ کنی کر دی۔۔۔۔''ھذا حق'' ولادت نبوی نے رہنمائی کا تازہ مفہوم عطا کیا۔

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۫ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

''وہ لوگ جو نبی امّی کی پیروی کرتے ہیں انہیں اپنے ہاں تورات اور انجیل

میں لکھا ہوا پاتے ہیں کہ وہ حکم دیں گے انہیں بھلائی کا اور برائی سے رو
کیں گے اور پاکیزہ چیزیں ان کے لیے حلال کریں گے اور گندگیوں کو
ان پر حرام کریں گے اور ان کا بوجھ ان سے اتاریں گے اور ان طوقوں کو
جو ان پر بوجھ بنے ہیں سو جو ان پر ایمان لایا اور ان کی خوب تعظیم کی اور
ان کی مدد کی اور اس نور کی پیروی کی جو ان کے ساتھ نازل ہوا تو وہی لوگ
فلاح پانے والے ہیں''۔ (الاعراف: 157)

آج کے دن آنے والا آج ہی کے دن جہاں سے آیا تھا وہاں ہی چلا گیا۔۔۔۔آتے ہوئے ''اللہ اکبر''
کی صداؤں سے بکھیری۔۔۔۔اور جاتے ہوئے یہ مختصر کلمات ان کی زبان سے سنے گئے: ''نماز اور غلام''
مظلوم انسانیت، مقہور انسانیت اور مجبور انسانیت کے لیے آج کے مولود نے کیا کیا نہ کیا؟ کسی شاعر نے یہ صحیح کہا تھا:

یتیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ

آپ کی تعلیمات تھیں:

''یہ غلام تمہارے بھائی ہیں جو خود کھاتے ہو ان کو وہی کھلاؤ اور جو خود پہنتے
ہو وہی ان کو پہناؤ''

آپ کے لفظوں سے آزادی کا مفہوم سمجھا جا سکتا ہے:

اے لوگو! انہیں کوئی میرا غلام یا لونڈی نہ کہے بلکہ میرا بچہ یا بچی کہہ کر پکارے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ (الانبیاء: 107)

اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر

12 ربیع الاوّل کے مولودِ عظیم کے آنے کی برکت تھی کہ آپ کی والدہ کہتی ہیں جب آپ کی ولادت ہوئی تو میرے جسم سے ایک نور نکلا۔۔۔۔جس سے ملک شام کے محلات روشن ہو گئے۔۔۔۔ایوانِ کسریٰ کے چودہ کنگرے گر گئے۔۔۔۔مجوس کا آتش کدہ ٹھنڈا ہو گیا۔۔۔۔دریائے ساوی خشک ہو گیا۔۔۔۔اور اس کے اردگرد کے گرجے منہدم ہو گئے۔۔۔۔عبدالمطلب نے آپ کی پیدائش پر صحیح کہا تھا:

و البیت ذوالحجب و النصب و الشھب
ان ابنی ھذا سبب من السبب

''یہ گھر عظیم پردوں والا، مرتبے اور عزت والا اس کی عظمتوں کا ایک سبب
میرا یہ بیٹا ہے''

عبدالمطلب کے بیٹے پر سلام۔۔۔۔

اور

اللہ کے رسول پر درود و آؤ مل کر ان کی اطاعت کریں۔۔۔۔

اور

ان کی فکر و عمل کے لیے تسلیم سے جینے کی امنگ سینے میں سجا لیں۔۔۔۔

سید ریاض حسین شاہ

سید ریاض حسین شاہ قرآن مجید وفرقان حمید کی تفسیر ''تبصرہ'' کے عنوان سے تحریر کر رہے ہیں۔ ان کا اسلوب نگارش منفرد اور دیگر مفسرین سے مختلف بھی ہے اور دلچسپ بھی۔ انداز بیان سادہ اور دلکش ہے جس میں رموز و معانی کا سمندر موجزن ہوتا ہے۔ ذیل میں ہم قارئین کی دلچسپی کے لیے سورۃ النساء کی آیت نمبر 24 تا 27 سپرد پیش کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

حرف حرف روشنی

سید ریاض حسین شاہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَّ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ
كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ وَ اُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ
تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ؕ فَمَا
اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ؕ وَ
لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ
الْفَرِيْضَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۲۴﴾ وَ مَنْ لَّمْ
يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ
الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ
الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ؕ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ
بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَ اٰتُوْهُنَّ
اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّ
لَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَاۤ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ
بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ
الْعَذَابِ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ؕ وَ اَنْ
تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۵﴾ يُرِيْدُ اللّٰهُ
لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَ يَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ
يَتُوْبَ عَلَيْكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۶﴾ وَ اللّٰهُ يُرِيْدُ
اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۫ وَ يُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ
الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ﴿۲۷﴾

''اور دوسروں کی منکوحہ عورتیں حرام کی گئیں ہیں سوائے ان باندیوں کے جن کے مالک تمہارے ہاتھ بنے ہوں، اللہ نے تم پر یہ فرض ٹھہرا دیا ہے اور ان کے ماسوی عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں یہ کہ تم انہیں مہروں کے ذریعے قیدِ نکاح میں لینے والے ہونہ کہ شہوت رانی کرنے والے پھر ان سے جو تم نکاح کے ذریعے فائدہ اٹھاؤ تو انہیں مہر بطور فرض ادا کرو البتہ مہر مقرر کرنے کے بعد تمہاری باہمی رضامندی سے کچھ طے کر لینے میں گناہ نہیں بے شک اللہ علم والا اور حکمت والا ہے اور تم میں سے جو اتنی کشائش نہ رکھتا ہو کہ آزاد مومن عورتوں سے نکاح کر سکے تو ان مومن باندیوں سے نکاح کر لے جو تمہاری ملک میں ہوں اور تمہارے ایمان کی حقیقت اللہ ہی خوب جاننے والا ہے تمہارے بعض بعضوں سے ہیں سو ان سے نکاح ان کے مالکوں کی اجازت سے کرو اور انہیں دستور کے مطابق مہر ادا کرو وہ عفت و عصمت کا تحفظ اسی طرح کر سکتی ہیں نہ کہ شہوت رانی سے اور نہ ہی پس پردہ دوستیاں بنانے سے پس جب وہ نکاح کے ذریعہ محفوظ ہو جائیں پھر وہ کسی بے حیائی کا ارتکاب کریں تو ان کی سزا آزاد عورتوں کی نسبت آدھی ہوگی، یہ اجازت اس شخص کو ہے جسے تم میں سے بدکاری میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو اور اگر تم رُک سکو تو تمہارے لیے بہتر ہے اور اللہ بخش دینے والا مہربان ہے، اللہ ارادہ رکھتا ہے کہ تمہارے لیے روشنیاں بپا کر دے اور تمہیں تم سے پہلے لوگوں کی راہوں پر چلائے اور تم پر رجوع رحمت فرمائے اور اللہ خوب جاننے والا اور حکمت والا ہے اور اللہ تم پر رجوع رحمت فرمانا چاہتا ہے اور وہ لوگ جو خواہشات کی غلامی کرتے ہیں وہ ارادہ رکھتے ہیں کہ تم دور کے جا بھٹکو''۔

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَامَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ وَ اُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ؕ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ؕ وَ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۲۴﴾

''اور دوسروں کی منکوحہ عورتیں حرام کی گئیں ہیں سوائے ان باندیوں کے جن کے مالک تمہارے ہاتھ بنے ہوں، اللہ نے تم پر یہ فرض ٹھہرا دیا ہے اور ان کے ماسوی عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں یہ کہ تم انہیں مہروں کے ذریعے قید نکاح میں لینے والے ہو نہ کہ شہوت رانی کرنے والے پھر ان سے جو تم نکاح کے ذریعے فائدہ اٹھاؤ تو انہیں مہر بطور فرض ادا کرو البتہ مہر مقرر کرنے کے بعد تمہاری باہمی رضامندی سے کچھ طے کر لینے میں گناہ نہیں بے شک اللہ علم والا اور حکمت والا ہے''۔

''محصنت'' کی بحث

''محصنت 'محصنہ'' کی جمع ہے۔ سورۃ النساء کی تعلیمات اپنی انتہا کو

چھوڑ رہی ہیں۔ اسلام کی پاکیزہ عمرانی اور معاشرتی بنیادیں ایک نظام کو مستحکم کرتی ہوئی محسوس ہو رہی ہیں۔ علامہ فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ ''احصان'' لغت میں منع کرنے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ''مدینہ حصینہ'' وہ شہر ہوتا ہے جو اپنے مکینوں کو شرو شرور سے محفوظ رکھے۔ ''درہ حصینہ'' وہ زرہ ہوتی ہے جو اپنے مالک کو زخمی ہونے سے بچائے۔ ''حصن'' وہ قلعہ ہوتا ہے جو فوجیوں کی پناہ گاہ اور محفوظ رہنے کی جگہ ہوتی ہے (54)۔ استعمال کے لحاظ سے علامہ فخر الدین رازی نے اس لفظ کے پانچ معانی قرآن مجید کی مدد سے لکھے ہیں:

1۔ محفوظ رکھنا اور محفوظ رہنا (الانبیاء:80)
2۔ حریت وآزادی (النور:4)
3۔ عفت اور پاکیزگی (النساء:25)
4۔ اسلام (فَاِذَآ اُحْصِنَّ)
5۔ شوہروں والی عورتیں

آیت میں ''احصان'' کا معنیٰ شوہر والی عورت ہی کے لیے استعمال ہوا ہے (55)۔ بات ہو رہی تھی محارم اور محرمات کی کہ کن عورتوں سے شادی نہیں کی جاسکتی۔ آیت کہتی ہے: خاوند رکھنے والی سہاگنوں کے ساتھ شادی اور مباشرت حرام ہے۔ یہ حکم صرف مسلمان عورتوں کے ساتھ ہی مخصوص نہیں بلکہ کسی بھی مذہب کی شوہر دار عورت سے شادی نہیں ہوسکتی۔

استثنا اور ''مَا مَلَكَتْ'' کا مفہوم

باندیوں اور لونڈیوں کے احکام پیچیدہ ہیں۔ امہات کتب کی طرف مراجعت ہی سے شفائے ذہنی حاصل کی جاسکتی ہے۔ عام طور پر مفسرین نے اس استثنا سے مراد صرف وہ غیر مسلم عورتیں لی ہیں جو جنگ میں مسلمانوں کی قیدی ہو جائیں۔ ''مَا مَلَكَتْ'' کے الفاظ اسی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اصل میں قید میں آنے کے فوراً بعد ایسی عورتوں کا تعلق پرانے شوہروں سے منقطع ہو جاتا ہے۔ وہ بالکل طلاق یافتہ عورت کی طرح ہو جاتی ہیں۔ اسلام اجازت دیتا ہے اور یہ آیت ترجمانی کرتی ہے کہ عدت ختم ہو جانے کے ساتھ ہی دستور کے مطابق وہ عورت جس مسلمان کو ملے گی وہ اس کے لیے حلال ہوگی۔ دارالسلام کے امیر کا فیصلہ ہی قائم مقام نکاح کے ہو جائے گا، البتہ ایسی عورتوں کی عدت صرف وضع حمل یا ایک مرتبہ حیض کا آجانا ہوگا۔

حلال ہیں اس کے سوا عورتیں

قرآن مجید کی یہ آیت محرمات کے بیان میں ''ام الاصول'' کی حیثیت رکھتی ہے۔ عورتوں کو اپنے اموال کے ذریعہ اپناؤ اس میں مقصود پاکدامنی کا قیام ہے اور زنا، شہوت رانی اور اسباب زنا سے بچنے کے لیے قانونی راہ ہے۔ آیت میں چار چیزوں کی طرف اشارہ کیا گیا:

❁ عورتوں کو اپنانے میں پہلی چیز یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ جس طرف پیغام نکاح بھیجا جارہا ہے اس عورت سے نکاح حلال بھی ہے یا حلال نہیں۔ حلال اور جائز میں بھی فقہاء نے فرق کیا ہے۔

❁ دوسری چیز یہ ہے کہ امور کنجوسی سے نہیں نبھانے چاہییں۔ ''تفویضات مالیہ'' استحکام خاندان کی بنیاد ہوتے ہیں، مہر وغیرہ کی رقم خوش اسلوبی سے ادا کرنی چاہیے۔ اس میں بھی حیلے بہانے نخرے اسلام کا مزاج نہ سمجھنے والی بات ہے۔

❁ تیسری چیز ''احصان'' کا حصول ہوتا ہے۔ شادی کا مقصود یہ ہے کہ نفس میں عفت اور عصمت کے دواعیات بیدار ہوں، گناہ سے نفرت پیدا ہو۔ احصان نفسی کا مطلب یہی ہے کہ یہ بھی دیکھ لیا جائے کہ لڑکے کی لڑکی کی طرف رغبت اور میلان ہو، وہ شادی کے بعد خوشی سے آپس میں مل جل کر رہیں۔ زبردستیاں کرنا، شادیاں ٹھونس دینا اور زیادتیوں کی حوصلہ افزائی کرنا ''حصول احصان'' کے لیے ایٹم بم کی آگ ہے جو سب کچھ بھسم کر دیتی ہے۔

❁ اور چوتھی چیز زنا اور شہوت رانی کی طرف کھلنے والے دروازوں کو بند کر دینا ہے۔

آیت میں ''استمتاع'' سے مراد کیا ہے؟

''فَمَا'' میں ''فا'' تفصیل کی ہے اور ''ما'' سے مراد بیویاں ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ''فا'' تعقیبیہ ہو اور ''ما'' سے مراد نکاح ہو اس لیے کہ ''بہ'' میں ''با'' سببیہ ہے اس طرح ''ہ'' ضمیر کا مرجع نکاح ہے اور ''متعہ'' سے مراد نفع حاصل کرنا ہے اور ''مِنْهُنَّ'' میں ''مِنْ'' تبعیضیہ ہے اور ''ھن'' کا مرجع ''ما'' ہے، جملہ پورا مبتدا ہے جس کی خبر ''ف'' آرہی ہے۔ مفہوم یہ ہوگا کہ منکوحات کو ان کی مہر کی رقم خوشی سے ادا کرو چونکہ یہ مالی معاملہ ہے اس لیے آیت نے اس میں باہمی رضامندی کی سہولت پیدا کر دی۔

''متعہ'' کی مختصر بحث

مفتی احمد یار خان بدایونی لکھتے ہیں:

''متعہ'' کی حلت وحرمت دو بار ہوئی۔ یہ جنگ خیبر سے پہلے حلال تھا خیبر کے دن حرام کیا گیا، پھر یہ جنگ اوطاس میں حلال ہوا پھر یہ قیامت تک کے لیے حرام قرار دے دیا گیا۔ امام شافعی فرماتے ہیں: یہ وہ حکم ہے جو اسلام میں دو بار حلال اور حرام ہوا۔ خیال رہے کہ متعہ کے حرام ہونے پر اُمت کا اجماع ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما پہلے اس کی حلت کے قائل تھے لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فرمان پر انہوں نے اس سے رجوع کر لیا لیکن مجبوری کی حالت میں جائز مانتے رہے، پھر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں اس سے بھی رجوع کر لیا (56)۔

واللہ اعلم

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ؕ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَاۤ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ؕ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۵﴾

''اور تم میں سے جو اتنی کشائش نہ رکھتا ہو کہ آزاد مومن عورتوں سے نکاح کر سکے تو ان مومن باندیوں سے نکاح کر لے جو تمہاری ملک میں ہوں اور تمہارے ایمان کی حقیقت اللہ ہی خوب جاننے والا ہے تمہارے بعض بعضوں سے ہیں سو ان سے نکاح ان کے مالکوں کی

اجازت سے کرو اور انہیں دستور کے مطابق مہر ادا کرو وہ عفت و عصمت کا تحفظ اسی طرح کر سکتی ہیں نہ کہ شہوت رانی سے اور نہ ہی پس پردہ دوستیاں بنانے سے پس جب وہ نکاح کے ذریعہ محفوظ ہو جائیں پھر وہ کسی بے حیائی کا ارتکاب کریں تو ان کی سزا آزاد عورتوں کی نسبت آدھی ہوگی، یہ اجازت اس شخص کو ہے جسے تم میں سے بدکاری میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو اور اگر تم رُک سکو تو تمہارے لیے بہتر ہے اور اللہ بخش دینے والا مہربان ہے''۔

کنیزوں سے نکاح کا مسئلہ

سورۃ النساء کی یہ آیت لونڈیوں سے نکاح کرنے کی شرطیں بیان کرتی ہے۔ وہ لوگ جو آزاد عورتوں سے نکاح کرنے کی مالی استطاعت سے محروم ہیں وہ کنیزوں سے نکاح کر سکتے ہیں۔ کنیزوں سے نکاح کی قرآنی حکمت یہ بیان کی جارہی ہے کہ ان پر مصارف کم اٹھتے ہیں اور مہر کی رقم بھی آزاد عورت کی نسبت سے کم ہوتی ہے۔ اس لیے کہ ''طول'' لفظ ''طول'' سے ہے اور اس کا اطلاق راغب اصفہانی کے نزدیک مالی وسائل، معاشی طاقت، نفقاتی وسعت اور اقتصادی توانائی پر ہوتا ہے (57)۔ اس اجازت کا اطلاق اس پر نہیں ہوتا کہ مالک اپنی کنیز سے نکاح کرے، نکاح کی اجازت سے مراد کنیز کے مالک کے علاوہ دوسرے لوگوں کا نکاح کرنا ہے۔

آیت کی صراحت

آیت پورے وثوق کے ساتھ اس امر کی وضاحت کرتی ہے کہ مومن مرد کے ساتھ جس کنیز کا نکاح ہو وہ بھی ایمان والی ہونی چاہیے۔ اس اشارہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کتابیہ کنیزوں سے نکاح نہیں ہوسکتا۔ یہ اسلوب مفکر شافعی اور مالک کا ہے۔ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اصولی طور پر اس نکاح کے جواز کے قائل تھے۔ آیت کنیزوں کے لیے ''فتیات'' لفظ استعمال کرتی ہے۔ یہ لفظ عام طور پر نوجوان لڑکیاں جو نیک اور قابل احترام ہوں ان کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ قرآن مجید کا یہ جملہ کہ اللہ تمہارے ایمانوں کو خوب جانتا ہے دراصل مسلمان مردوں جو نکاح کے طالبین ہیں ان میں احتیاط پیدا کرتا ہے کہ تم ہونے والی بیوی کے ایمان کی تفتیش ضرور کر لو باقی رہ گئے دل کے بھید تو وہ اللہ خوب جانتا ہے۔

لونڈیوں کے نکاح سے بچنا

علامہ فخر الدین رازی لکھتے ہیں (58):

- کنیز پر مولیٰ کا حق خاوند سے زیادہ ہوتا ہے۔ اس طرح کی بیوی آزاد بیوی کی طرح خاوند کے لیے خالص نہیں ہوتی۔ بسا اوقات خاوند کو بیوی کی طرف بہت زیادہ احتیاجی ہوتی ہے لیکن وہ اس تک پہنچ نہیں سکتا اس لیے کہ مالک ان کے درمیان رکاوٹ اور مانع ہوتا ہے۔
- دوسری وجہ یہ ہے کہ اولاد غلامی اور آزادی میں ماں کی تابع ہوتی ہے۔ اگر ماں غلام ہوگی تو اولاد بھی غلامی سے معلق ہوگی اور غلامی اولاد کے حق میں نقص اور عیب ہوتا ہے۔
- تیسری وجہ کنیز کا بار بار باہر نکلنا اور مردوں کے ساتھ اختلاط ہے۔ یہ چیز باعث غیرت ہو کر خاوندوں کو نقصان پہنچا سکتی ہے۔
- مولیٰ اگر لونڈی کو بیچ دے تو الجھنیں پیدا ہو سکتی ہیں اور قائم مقام طلاق بن سکتی ہے، یہ چوتھی وجہ ہے۔
- پانچویں وجہ یہ ہے کہ لونڈیوں کے مہر کا مالک مولیٰ ہوتا ہے اور لونڈی اپنا مہر خاوند کو ہبہ کرنے کی مالک نہیں ہوتی ان وجوہات کی بنا پر لونڈیوں کے ساتھ نکاح صرف اجازت ہے۔

''بَعْضُكُم مِّن بَعْضٍ'' کی تعبیر

رازی نے اس کے دو معانی لکھے ہیں (59):

- تم سب اولاد آدم سے ہو۔ تمہارے لیے تکریم انسانیت کا ایک احساس اس میں بھی موجود ہے کہ تم کنیزوں سے خود کی وابستگی بے عزتی تصور نہ کرو۔
- دوسرا معنیٰ یہ ہے کہ ایمان میں تم سب مشترک ہو اور ایمان ہی سب سے بڑی فضیلت ہے۔ جب فضیلت میں اشتراک ہے تو متعلقات میں بھی اشتراک اس کا فرع ہوگا۔

زجاج نے دوسرے معنیٰ کو بہتر جانا ہے (60)۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث بات کو مزید کھولتی ہے (61):

''تین چیزیں جاہلیت کی ہیں: نسب پر طعن، حسب پر فخر اور ستاروں سے بارش طلبی، اسلام میں بھی لوگ اسے چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوتے''۔

کنیزوں کا نکاح اور مولیٰ کی اجازت

سنن ابی داؤد کی حدیث ہے، حضرت جابر روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا (62):

''جو غلام اپنے مالک کی اجازت کے بغیر نکاح کرے وہ زانی ہے''۔

فقہاء نے لکھا کہ غلام کا نکاح آقا کی اجازت کے بغیر موقوف رہتا ہے اور اگر منع کردے تو نکاح باطل ہو جاتا ہے اور اجازت دے دے تو منعقد ہو جاتا ہے (63)۔

آیت میں مالک کو ''اھل'' سے تعبیر کرنا اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ مولیٰ کو چاہیے کہ وہ کنیزوں کے ساتھ مالِ تجارت سمجھ کر صرف اقتصادی سلوک نہ کرے بلکہ ایک خاندان کے سرپرست کی طرح آل اولاد کا سا برتاؤ کرے۔

مقاصد نکاح کی تکمیل

مقاصد نکاح میں سے اہم تر مقصد نفوس اور معاشرہ میں عفت اور پاکیزگی کی لہر اٹھانا ہے۔ آیت میں وہ سطحیات جن سے معاشرہ میں آلودگی پیدا ہوتی ہے اس پر شدید چوٹ ماری گئی ہے۔ پوشیدہ دوستیاں اور ظاہری رنگ کاریاں ہر ایک کو قرآن نے موضوع بنا کر مومنوں کے وجود کو داغدار ہونے سے بچایا ہے۔ قرآن مجید نے وہ لوگ جو جنسی دباؤ میں رہتے ہوں انہیں پریشر سے نکالتے ہوئے کہا کہ یہ اہتمامات ان لوگوں کے لیے ہیں جو ''عنت'' کا خوف رکھتے ہیں وہ نکاح کر لیں خواہ کنیزوں ہی سے کرنا پڑ جائے۔

''عنت'' کی لغوی تحقیق

''عنت'' ہڈی کے دوبارہ ٹوٹنے کو کہتے ہیں۔ اس میں تفصیل یہ ہے کہ ہڈی ایک بار زخم کھانے کے بعد درست ہو جائے لیکن بعد میں نئے سرے سے کسی حادثہ کا شکار ہو جائے ''عنت'' ہوتا ہے (64)۔ اصل میں اشارہ اس طرف ہے کہ ہڈی کا اس قسم کا ٹوٹنا الم ناک ہوتا ہے۔ اس لفظ کے اندر شدید جنسی دباؤ اور حرارت کو سمو دیا گیا ہے، یعنی وہ لوگ جو آزاد عورتوں سے شادی کی استطاعت نہیں رکھتے انہیں اجازت ہے کہ کنیزوں سے شادی کر لیں لیکن نفوس اور معاشرہ کو گندگی

اور آلودگی سے محفوظ رکھیں۔ اسلام نے لوگوں کو پاکیزہ ماں کا تحفہ دیا ہے۔ وہ کیا معاشرہ ہے جس میں گلی کوچے اور بازار شہوات کے تعفن سے اٹ جائیں۔

علامہ رازی نے ''عنت'' کے دو مفہومات کی طرف اشارہ کیا ہے (65):

- پہلا یہ کہ شدید شہوت اور عظیم جوانی بعض اوقات زنا پر برانگیختہ کرتی ہے جس کی وجہ سے دنیا میں ندامت اور آخرت میں سزا کی شدت پاتا ہے
- اور دوسرا معنیٰ یہ کہ شہوت کی شدت انسانوں کو امراض تک پہنچا دیتی ہے اس لیے ایک کنیز سے نکاح کا جائز راستہ دیا گیا ہے۔ واللہ اعلم

ایک اہم مسئلہ

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

''اگر پہلے سے کسی مرد کے نکاح میں آزاد عورت ہو تو اس صورت میں کنیز سے نکاح کرنا مطلقاً ناجائز ہوتا ہے خواہ حرّہ راضی ہو یا راضی نہ ہو۔ تمام ائمہ اس پر متفق ہیں البتہ امام مالک نے یہ شرط لگائی ہے کہ اگر حرّہ راضی ہو تو لونڈی سے نکاح کرنا جائز ہے اگر وہ راضی نہ ہو تو جائز نہیں'' (66)۔

يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَ يَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ يَتُوْبَ عَلَيْكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

''اللہ ارادہ رکھتا ہے کہ تمہارے لیے روشنیاں بپا کردے اور تمہیں تم سے پہلے لوگوں کی راہوں پر چلائے اور تم پر رجوع رحمت فرمائے اور اللہ خوب جاننے والا اور حکمت والا ہے''۔

گزشتہ آیات میں جو احکام بیان ہوئے ممکن ہے کوئی ذہن سوچتا ہو ان پابندیوں کی نسبت بہتر یہ نہ تھا کہ انسان کو کھلی چھٹی دے دی جاتی تا کہ انسان ہر طریقے سے لذت یاب ہوتا۔

یہ آیت ایسے تمام مقدر اور فرضی سوالوں کا جواب دیتی ہے کہ اللہ ارادہ فرماتا ہے کہ ان تمام موظفات اور احکام کے ذریعے تمہارے لیے حق کا راستہ واضح کردے اور تمہارے لیے صلحاء کا وہ راستہ واضح کردے جس میں تمہارا فائدہ ہی فائدہ ہو۔

''اللہ کی مرضی اسی میں ہے، تم اس حکمت کو بچشمِ سر دیکھو، اس پر غور کرو اور اسے اس حال میں قبول کرو کہ تمہاری آنکھیں کھلی ہوں، تمہارے دل آمادہ ہوں اور تمہاری عقل انہیں تسلیم کر رہی ہو''۔

وہ شخص جو اللہ کی الوہیت کو مانتا ہے وہ اس کی حکمتوں اور دانائی کو بھی تسلیم کرتا ہے۔

اللہ چاہتا یہ ہے کہ وہ تمہیں ان انعام یافتہ لوگوں کی راہوں پر چلائے جو اللہ کے راستوں کی قدر کرنے والے ہیں۔ پہلے زمانہ میں جو لوگ مومنانہ زندگی گزار کر چل بسے ہیں ان کے تجربات شاہد ہیں کہ اس زندگی اور آخرت دونوں کے مثمرات اسلامی طرزِ حیات ہی میں رکھے گئے ہیں۔ اللہ تم مومنوں کو بھی یہ ہدایت تحفے میں دینے کا ارادہ فرما چکا ہے۔

اللہ تم پر رجوعِ رحمت فرماتا ہے اس لیے کہ تم معصیت کی راہیں ترک کردو اور زندگی کے خوبصورت ترین صراطِ عظیم پر چلنا شروع کردو۔

آیت کے آخر میں کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ علیم بھی ہے اور دانا بھی ہے اس لیے اس نے جو قانون تمہیں دیا ہے اس راز کو تم پالو کہ تمہارے لیے وہی بہتر ہے۔ وہ تمہاری نفسیات سے بھی آگاہ ہے اور تمہارے حالات پر بھی اس کی نظر ہے اور تمہارے لیے مفید بھی وہی کچھ ہے جو اللہ علیم اور حکیم نے عطا فرمایا ہے (67)۔

وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۫ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ۝

''اور اللہ تم پر رجوع رحمت فرمانا چاہتا ہے اور وہ لوگ جو خواہشات کی غلامی کرتے ہیں وہ ارادہ رکھتے ہیں کہ تم دور کے جا بھٹکو''۔

شانِ نزول

مجوسیوں کے ہاں محرمات کے ساتھ نکاح کو جائز تصور کیا جاتا۔ ان کا استدلال یہ ہوتا کہ پھوپھی اور خالہ کی بیٹی سے تم مسلمان نکاح کو جائز سمجھتے ہو یہ کیا تکلف ہوا کہ بہن اور بھائی کی بیٹیوں سے شادی جائز نہیں سمجھتے ہو اور ان ایسے کمزور اور ضعیف خیالات کی دلدل سے نکالنے کے لیے یہ آیت نازل ہوئی کہ یہ شہوات شیطانیہ ہیں جن کے پیچھے پڑنے سے بندہ راہ راست سے بھٹک جاتا ہے (68)۔

سید قطب نے درست لکھا (69):

''وہ لوگ جو نظام زندگی کو صرف جنسی تعلقات پر استوار کرنا چاہتے ہیں اور وہ لوگ جو لوگوں کو اسلامی نظام زندگی سے دور ہٹانا چاہتے ہیں، ان سب کی سوچیں شیطانی ہوتی ہیں اور وہ یقینی بات ہے کہ شہوات کے غلام بن کر جیتے ہیں۔ صرف ایک اسلام ہے جو سنجیدگی، سچائی اور احساس ذمہ داری پر قائم کرنے والا نظام ہے باقی جو کچھ ہے وہ اتباع نفس، اطاعت شہوت، فسق و فجور اور کج روی پر مبنی ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرما لیا ہے کہ وہ راہ راست لوگوں پر واضح کردے اور انہیں آگاہ کردے کہ زندگی میں کون کون سے مقامات پھسلانے کا خطرہ رکھتے ہیں۔ اللہ سربلندی اور ترقی میں انسانوں کی مدد کرنا چاہتا ہے۔ اللہ کے دین کے مقابلے میں جو کچھ ہے شہوات کی پیروی ہے اور صحیح راستے سے بھٹک جانا ہے۔

عصر رواں میں خاندانی تباہیاں، جنسی بیماریاں، روحی بے چینیاں، نفسیاتی پریشانیاں، ناجائز اولاد، نسلی محرومیاں اور افتراقی بدحالیاں اللہ کے دیے ہوئے نظام کو ترک کر کے شہوات کی پیروی ہی کی وجہ سے ہیں۔ اللہ کو ماننے والوں کے لیے تو رہبری اور راہنمائی کی بارانِ رحمت برس رہی ہے اور نہ ماننے والوں کے لیے سوائے تباہی کے اور کچھ نہیں (70)۔

قرآن مجید کی یہ تین آیات سکون کی جنت سے پردہ ہٹا دیتی ہیں اور وہ آگ کا جلتا ہوا تنور بھی بتا دیتی ہیں جن میں تباہ حال انسان جل سکتے ہیں۔

وہ لوگ جو چاہتے ہیں کہ ان پر کسی روحانی قوت کا کنٹرول نہ رہے، وہ آزاد نفس پرست بن جائیں اور معاشرہ میں کسی کی عزت محفوظ نہ رہے، خاندانوں کا وجود تباہ ہو جائے اور عائلی نظام اپنے روحانی مرکز سے بکھر جائے، مرد عورتوں کو دیکھتے ہی ان پر جانوروں کی طرح ٹوٹ پڑیں اور ہر طرف فساد ہی فساد ہو۔ وہ سمجھ لیں کہ وہ خود کو جہنم میں جھونکنے کی خود تیاری کر رہے ہیں۔ اللہ خیالوں، طبیعتوں، ارادوں اور عزائم کو توفیق کا نور عطا فرمائے تا کہ انسان تقویٰ کی سربلندیوں کو چھو سکے۔

بقیہ: صفحہ نمبر 23 پر

ہو درود تجھ پہ بھی آمنہ رضی اللہ عنہا تیرے چاند پر بھی سلام ہو

حافظ سخی احمد خان

عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ، أَنَّ رَجُلًا كَلَّمَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفَتْحِ، فَأَخَذَتْهُ الرِّعْدَةُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »هَوِّنْ عَلَيْكَ فَإِنَّمَا أَنَا ابْنُ امْرَأَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ كَانَتْ تَأْكُلُ الْقَدِيدَ« هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ ": المستدرك على الصحيحين

''حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ سے فتح مکہ کے روز بات کرنے لگا تو اُس پر رُعب طاری ہونے کے سبب سے کپکپی طاری ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ نے اُسے ہمت دلاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ میں تو قبیلۂ قریش کی اس عظیم عورت کا بیٹا ہوں جو اس وادیٔ بطحاء میں خشک گوشت بھی کھا لیتی تھی۔ امام حاکم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث شریف امام بخاری اور امام مسلم دونوں کی شرائط کے مطابق ہے مگر انہوں نے اسے روایت نہیں فرمایا''۔

ربیع الاوّل ماہِ میلاد شریف کی نسبت سے آقا کریم ﷺ کی اپنی والدہ کو یاد کرنے کی ادائے محبت کی اس روایت کی تفہیم کے لیے درج ذیل نکات قائم کیے جا رہے ہیں:

ماں کو یاد کرنا

اس روایتِ وفا و محبت کو ابو عبد اللہ ابن ماجہ نے سنن ابن ماجہ میں اور امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں حضرت جریر بن عبد اللہ البجلی سے بھی روایت کیا ہے۔ نبی پاک ﷺ نے اس روایت میں اپنی صفتِ تواضع و انکساری کو اپنی والدہ ماجدہ سے نسبت دی۔ رسول اللہ ﷺ کے اخلاق عالیہ کو قرآن مجید نے ''وانک لعلی خلق عظیم'' سے بیان فرمایا اور امام و تاجدارِ اخلاقِ حسنہ و عالیہ نے اپنے اخلاق کی عظمت کا حوالہ دیتے ہوئے اپنی ماں کا حوالہ دیا جو یہ ظاہر کرتا ہے:

1۔ نبی پاک ﷺ اپنی والدہ سے نہایت محبت فرماتے تھے اسی لیے اُن کے وصال کے تقریباً 61 سال بعد بھی اُن کا حوالہ بیان فرمایا

2۔ نبی پاک ﷺ کی والدہ ماجدہ کے کردار و اخلاق کی عظمت و رفعت۔

امام زرقانی اس حدیث شریف پر شرح مواہب میں رقم طراز ہیں:

قال: "أنا ابن امرأة" فنسب نفسه إليها، ولم يقل رجل، زيادة في شدة التواضع، وتسكين الروع، لما علم من ضعف النساء، ووصفها بأنها "تأكل القديد"، تواضعًا، لأَنَّ القديد مفضول، وهو مأكول المتمسكنة" فكأنه قال: إنما أنا ابن امرأة مسكينة، تأكل مفضول الأكل، فكيف تخاف مني؟

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''أنا ابن امرأة'' ایسا فرما کر آپ ﷺ نے اپنی ذات کو اپنی والدہ کی طرف منسوب فرمایا اور جب کہ والد کی طرف اس موقع پر منسوب نہ فرمایا یہ شدتِ تواضع اور مخاطب سے ہیبت کی کیفیت کو دور کرنے کے لیے تھا۔ یہ نسبت اس لیے قائم فرمائی کہ عورتوں میں ضعف اور کمزوری ہے اور پھر اپنی والدہ کی جس صفت کو بیان کیا وہ خشک گوشت کھانا تھی۔ یہ صفت تواضع کی ہے کیونکہ خشک گوشت پر دیگر کھانوں کی فضیلت سمجھی جاتی ہے۔ اور یہ کھانا حالتِ تواضع میں مقام عظمت ہے۔ جیسا کہ ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ اس عظیم و متواضع عورت کا بیٹا ہوں جو سادہ کھانا کھاتی تھی۔ پس تم مجھ سے کیوں خوفزدہ ہو رہے ہو؟''۔

روایت میں آقا کریم ﷺ نے اپنی والدہ کے نسبِ قریش کی طرف بھی اشارہ کیا جس کا مقصود شاید یہ ہو کہ یہ فطری سادگی تھی جو اللہ تعالیٰ نے اپنی چُنیدہ بندی حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو عطا فرمائی تھی۔ قدید ایسے گوشت کو کہتے ہیں جسے نمک لگا کر دھوپ میں سکھایا گیا ہو۔ یہ خشک گوشت چبانا کسی معاشی اضطرار کے سبب سے نہ تھا بلکہ وہ تو قریش جیسے قبیلہ کے سرداروں کے خاندان سے تھیں۔ یہ آقا کریم ﷺ کی فصاحت و بلاغت کا اعجاز ہے کہ ایک ہی جملہ میں اپنی والدہ کی سادگی، قناعت اور تواضع و انکساری کی صفاتِ عالیہ کو بیان فرما دیا۔

فطرت کے دل کا حسنِ تمنا ہیں آمنہ رضی اللہ عنہا
رونقِ طرازِ ملتِ بیضا ہیں آمنہ رضی اللہ عنہا
شانِ حرم ہیں، زینتِ قبلہ ہیں آمنہ رضی اللہ عنہا
امن و اماں کی صورتِ زیبا ہیں آمنہ رضی اللہ عنہا

بار بار یاد کرنا، ہر بار یاد کرنا

نبی پاک ﷺ اپنی ماں کو یاد کرتے، بار بار یاد کرتے بلکہ ہر بار یاد کرتے بلکہ ہر موقع پر ہی یاد فرماتے۔ حضور سید الانبیاء والمرسلین ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو اپنی ماں کے ساتھ کیے ہوئے سفر کو یاد کرتے۔ امام تقی الدین المقریزی اپنی تصنیف امتاع الاسماع میں بیان کرتے ہیں:

ونظر إلى الدار، فقال: هاهنا نزلت بي أمي، وفي هذه الدار قبر أبي عبد الله بن عبد المطلب، وأحسنت العوم في بئر بني عدي بن النجار

''اور جب نظر گھر کی طرف گئی تو فرمایا کہ یہاں اس مقام پر اپنی ماں کے ساتھ میں نے قیام کیا تھا اور یہیں میرے والد حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب کا مزار ہے اور یہاں بنو عدی بنو نجار کے حوض میں مَیں نے تیرنا سیکھا تھا''۔

آقائے کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظِ نور میں ماں سے چھلکتی محبت واضح دکھائی دیتی

ہے۔ یادوں میں بچپن کے اُن لمحات اور پَل کو سال ہا سال تازہ رکھنا دَراصل وہ والہانہ اظہارِ محبت ہے جو نبی پاک ﷺ کو اپنی والدہ محترمہ کے ساتھ ہے۔

والدہ کے مزار پر تشریف آوری

نبی پاک ﷺ نے اپنے اُمتیوں کو بھی والدین کی قبور کی زیارت کا حکم دیا تو یہ کیسے ممکن تھا کہ خود اس پر عمل کر کے عملی نمونہ پیش نہ فرماتے۔ یہ روایات معروف اور مشہور ہیں کہ آقائے رحمت ﷺ اپنی والدہ ماجدہ کی قبرانور پر تشریف لے گئے۔ آپ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ بھی اپنی والدہ ماجدہ کی قبر پر تشریف لے گئے اور انفرادی طور پر بھی تشریف آوری ہوئی، بالفاظ دیگر یہ بھی رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے کہ اُن کی والدہ محترمہ کی قبرانور پر حاضری دی جائے۔ اُن ظالموں کی عقلوں پر کیا ماتم کیجیے جو حضرت سیدہ کی قبرانور پر جانے والوں کے ساتھ ظلم وزیادتی کرتے ہیں۔

حدیث پاک ملاحظہ ہو:

عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: انْتَهَى النبي، صلى الله عليه وَسَلَّمَ، إِلَى رَسْمِ قَبْرٍ فَجَلَسَ، وَجَلَسَ النَّاسُ حَوْلَهُ كَثِيرٌ، فَجَعَلَ يُحَرِّكُ رَأْسَهُ كَالْمُخَاطِبِ. قَالَ: ثُمَّ بَكَى، فَاسْتَقْبَلَهُ عُمَرُ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَقَالَ: مَا يُبْكِيكَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: هَذَا قَبْرُ آمِنَةَ بِنْتِ وَهْبٍ، اسْتَأْذَنْتُ رَبِّي فِي أَنْ أَزُورَ قَبْرَهَا فَأَذِنَ لِي، وَاسْتَأْذَنْتُهُ فِي الِاسْتِغْفَارِ لَهَا فَأَبَى عَلَيَّ، وَأَدْرَكَتْنِي رِقَّتُهَا فَبَكَيْتُ، قَالَ: فَمَا رَأَيْتُ سَاعَةً أَكْثَرَ بَاكِيًا مِنْ تِلْكَ السَّاعَةِ

"نبی پاک ﷺ اپنی والدہ کی قبر پر تشریف لے کر گئے اور وہاں جا کر بیٹھ گئے۔ آپ کے ساتھ بہت زیادہ صحابہ رضی اللہ عنہم تھے جو آپ کے اردگرد بیٹھ گئے۔ پھر آپ نے اپنے سر کو یوں ہلایا گویا گفتگو فرما رہے ہوں۔ اس کے بعد آپ رونے لگے اور آنکھوں سے اشکوں کی جھڑی لگ گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آگے ہو کر عرض کناں ہوئے کہ یا رسول اللہ! کس چیز نے آپ کو رُلایا؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ میری ماں کی قبر ہے۔ میں نے اپنے رب سے اپنی ماں کی قبر کی زیارت کی اجازت مانگی جو مجھے دے دی گئی پھر میں نے استغفار کی اجازت مانگی جو نہیں دی گئی۔ یہ میری ماں سے محبت کی رقت ہے جس نے مجھے رُلایا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے اُس روز سے زیادہ مصطفیٰ کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو کبھی روتے نہیں دیکھا"۔

(دلائل النبوۃ ومعرفۃ أحوال صاحب الشریعۃ, المؤلف: أحمد بن الحسین بن علی بن موسی)

اس حدیث شریف سے پتہ چلا کہ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے مزار پر مصطفیٰ کریم ﷺ کی یہ تشریف آوری اللہ ربّ العالمین کے حکم اور اجازت تھی۔

حدیث شریف یہ بھی واضح کر دیتی ہے کہ نبی پاک ﷺ کو اپنی ماں کے ساتھ کس قدر زیادہ محبت تھی، اس لیے آپ اتنی شدّت سے روئے کہ راوی کہتے ہیں کہ اس سے زیادہ شدّت سے میں نے کبھی حضور ﷺ کو روتے نہیں دیکھا۔

اس حدیث پاک سے یہ عقدہ کشائی بھی ہوئی کہ جب بھی کوئی اپنے والدین کی قبور پر جائے تو تسلی سے جا کر بیٹھ کر دعا مانگے:

نکلا ہے جس کی گود سے خورشیدِ تابدار
چرخِ جہاں پہ صبحِ تجلی ہیں آمنہ رضی اللہ عنہا
شوہر ہیں جن کے نسلِ براہیم کے سراج
خود چشمِ اسماعیل کا تارا ہیں آمنہ رضی اللہ عنہا

دعائے استغفار نہیں بلکہ دُعائے رحمت

نبی پاک ﷺ نے اللہ ربّ العالمین سے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے لیے دُعائے استغفار کی اجازت طلب کی جو نہیں دی گئی اس کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا سے کوئی کفر وشرک کی گندگی سرزد ہوئی ہو جیسے بچوں کے لیے دعائے استغفار نہیں کرتے بلکہ دعائے شفاعت کرتے ہیں کیونکہ وہ اس عمر کو پہنچے ہی نہیں جس پر عذاب وثواب کا اطلاق ہو سکے۔ نابالغ بچے اپنے ماں باپ کے تحت ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے لیے دعائے استغفار سے اس لیے منع کیا کہ آپ نے بھی اس دورِ فترت میں وصال فرمایا جس میں احکام شریعت نازل ہونا شروع ہی نہ ہوئے تھے۔ جس کے ذریعے اور جس کے صدقے میں یہ احکامات نازل ہونے تھے وہ تو آپ رضی اللہ عنہا کے بطن اقدس اور مبارک گود میں تھے۔ اس لیے آپ رضی اللہ عنہا کا مؤحدہ ہونا ہی اس بات کے لیے کافی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا کے واسطے دعائے استغفار نہیں بلکہ دعائے رحمت کی جائے۔

قرآن ایمان والوں کے ایمان کو تقویت دیتا ہے اور بے وقوفوں اور جاہلوں پر حجت قائم کرتا ہے کہ وہ ذات جو سراپا ایمان ہے۔ اُس کے ایمان پر شک کرنے والوں کا اپنا ایمان ہی مشکوک ہے۔ قرآن کی نص قطعی سُنیں جس کے لیے کسی روایت کی ضرورت نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ دوٹوک انداز میں یہ حکم دے رہا ہے۔ سماعت فرمائیں:

وَقَضَى رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا (23) وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا (بنی اسرائیل: 24)

"اور تیرے ربّ نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھے رہو اگر تیرے سامنے ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے لیے زبان پر اُف تک نہ لاؤ اور نہ ہی ان کو جھڑکو اور ان کے لیے گفتگو میں ایسا لہجہ اپناؤ جس میں عزت ہو اور ماں باپ کے سامنے عجز و نیاز کا بازو پست رکھو اور نرمی اور رحمت سے پیش آؤ اور دعا کرو اے میرے ربّ! ان دونوں پر رحمتیں نچھاور فرما جیسا کہ بچپن میں انہوں نے مجھے پالا"۔ (تذکرہ)

قُلْ: اے میرے حبیب، اے میرے سوہنے، اے میرے محبوب! آپ اللہ سے دعا مانگیں، آپ اپنے رب کی بارگاہ میں التجا وفریاد کریں۔

رَبِّ: اے میرے ربّ، اے میرے پالنے والے، اے میری تربیت کر کے درجۂ کمال پر پہنچانے دینے والے، اے میری تمام حاجات کو پورا کرنے والے

ارْحَمْهُمَا: تو میری ماں پر رحم کر دے، تو میرے باپ پر رحمت فرما، تو میری ماں کو اپنی رحمت کا سائباں عطا کر، تو میرے والد کو اپنی آغوش رحمت نصیب فرما

كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا: جیسا انہوں نے مجھے بچپن میں پالا، جیسا انہوں نے مجھے محبت سے نوازا

اللہ ربّ العالمین کا حکم اپنے محبوب کے نام کائنات کے آخری رسول ﷺ کی طرف کہ اپنے ماں اور باپ کے لیے دُعائے رحمت کریں دعائے رحمت میں شانِ

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا اظہار ہے

اور دعائے استغفار نہ کرنے میں بھی حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی شان کا راز ہے۔

خدمتِ والدین کی خواہش اور اُس کا اظہار

نبی پاک ﷺ کی والدہ ماجدہ کا انتقال اُس وقت ہوا جب آپ ﷺ ابھی بہت کمسن تھے اور حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کا وصال مبارک تو آپ کی دُنیا میں جلوہ گری سے پہلے ہی ہو چکا تھا، اس لیے والدین کریمین کی زیادہ خدمت کا موقع تو مُیسر نہ آ سکا، مگر آپ نے اس کا اظہار فرمایا:

عَنْ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "لَوْ أَدْرَكْتُ وَالِدَيَّ أَوْ أَحَدَهُمَا وَأَنَا فِي صَلَاةِ الْعِشَاءِ، وَقَدْ قَرَأْتُ فِيهَا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ تُنَادِي: يَا مُحَمَّدُ، لَأَجَبْتُهَا: لَبَّيْكَ"

''طلق بن علی روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی پاک ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں اپنے والدین میں سے دونوں یا کسی ایک کو پاتا اور مجھے وہ یا محمد ﷺ کہہ کر آواز دیتے تو چاہے میں عشاء کی نماز ادا کر رہا ہوتا اور سورۃ الفاتحہ بھی تلاوت کر چُکا ہوتا تو میں ضرور جواب دیتا اور لبیک کہتا''۔ (شعب الایمان)

فرمانِ رسول معظم ﷺ میں نمایاں اُمور درج ذیل ہیں:

1۔ رسول اللہ ﷺ اپنے والد اور والدہ سے نہایت پیار و محبت فرماتے تھے

2۔ آپ کا یہ فرمان بھی شریعتِ اسلام ہے لہٰذا نبی پاک ﷺ کے والدین کریمین کے ایمان پر ایمان قبول کرنا ضروری ہے

3۔ اطاعتِ والدین بھی عین عبادت ہی ہے

میرے خدا نے جن کو دیا ہے مرا رسول ﷺ
فخرِ عرب ہیں ، غیرتِ حواء ہیں آمنہ رضی اللہ عنہا
وہ کون جن پہ حرمت سارہ کو ناز ہے
ہاں ہاں وہ جان اُمِّ مسیحا ہیں آمنہ رضی اللہ عنہا

ماں کی نسبتوں سے محبت کرنا

نبی پاک ﷺ کا حکم یہ ہے کہ والدین کے وصال کے بعد اُن کی نسبتوں کا لحاظ کیا جائے۔ ان کے دوستوں کا خیال رکھا جائے اور اسی طرح باقی اعزاء و اقارب کے معاملے میں بھی ماں باپ کی نسبت کو ضرور مدّنظر رکھا جائے۔ ہم اُن احادیث کی طرف طوالت کے خوف کی وجہ سے نہیں بڑھ سکتے جن میں رسول رحمت ﷺ نے یہ احکامات ارشاد فرمائے ہیں۔ یہاں صرف نبی پاک ﷺ کے اپنے عمل کا حوالہ پیش کرنا مقصود ہے جس یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی والدہ ماجدہ کی نسبتوں سے کس قدر زیادہ خیال رکھتے جو آپ ﷺ کی اپنی والدہ کے ساتھ محبت کا اظہار تھا۔ اس کے لیے سُنتِ پاک سے ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔

اس حدیث میں کیسا مزا ہے کہ نبی پاک حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے اپنی والدہ ماجدہ کے قبیلے کی نسبت سے پیار فرماتے اور کیونکہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا تعلق بنو زہرہ کے ساتھ تھا۔ اس لیے ارشاد فرماتے۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - إِذْ أَقْبَلَ سَعْدُ بْنُ مَالِكٍ فقال رسول الله: "هَذَا خَالِي فَلْيُرِنِي امْرُؤٌ خَالَهُ"

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے جب سعد بن مالک بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ میرے ماموں ہیں، کسی کا ایسا ماموں ہے تو مجھے دکھائے۔''

صاحب سیر أعلام النبلاء اس کی وجہ تحریر فرماتے ہیں:

قُلْتُ لِأَنَّ أُمَّ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - زُهْرِيَّةٌ وَهِيَ آمِنَةُ بِنْتُ وَهْبِ بنِ عَبْدِ مَنَافٍ ابْنَةُ عَمِّ أَبِي وَقَّاصٍ.

''میں کہتا ہوں کہ اُمّ النبی کا تعلق بنو زہرہ سے تھا اور وہ زہریہ تھیں۔ حضرت آمنہ بنت وہب بن عبد مناف حضرت ابی وقاص کے چچا کی بیٹی تھیں۔''

ظالم تو ان کے دین پر کرتا ہے اعتراض
دیں ہی سے پوچھ دین سراپا ہیں آمنہ رضی اللہ عنہا
حد ادب میں رہ کے کروبات منکرو
میرے نبی کی مادر والا ہیں آمنہ رضی اللہ عنہا
جو ہے شہ لولاک کے در کا غلام زار
اس کی نظر میں نور کا چشمہ ہیں آمنہ رضی اللہ عنہا

ایک لطیف سنت

اللہ کے پاک محبوب ﷺ کی ہر سنت اور ادا ہی ایسی ہے کہ اُسے اپنانے کی کوشش کی جائے اور بالخصوص ایسے دور میں جب کسی سنت کو ترک کیا جا رہا ہو تو ایسی کسی سنت پر عمل کرنے کا اجر تو 100 شہیدوں کے برابر بھی بتایا گیا ہے۔ مسواک کریں، عمامہ سر پر سجائیں، سُرمہ لگائیں، سب ادائیں ہی قابل اجر بھی ہیں اور عاشقوں کے دل کا قرار بھی۔ نبی پاک ﷺ اپنی والدہ کو یاد فرماتے، اپنی سیرت کی عظمت کو بیان کرنے کے لیے اپنی عظیم ماں کا حوالہ دیتے تو غلامانِ رسول ﷺ کو بھی چاہیے کہ اپنے آقا کی اس ادا پر عمل کرتے ہوئے اُن کی والدہ محترمہ کا ذکر کریں:

نورِ نبی کے فیض سے دیکھے قصورِ شام
گویا فروغِ دیدۂ بینا ہیں آمنہ رضی اللہ عنہا
قائم ہے جن سے گلشنِ ہاشم کی تازگی
صحنِ ارم کا رنگیں اُجالا ہیں آمنہ رضی اللہ عنہا

اپنی والدہ کے نسب پر فخر فرمانا

اس روایت محبت میں ''قریش کی ایک عظیم عورت'' کے الفاظ سے واضح ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی والدہ کے نسب کا حوالہ عظمت مآب انداز میں ارشاد فرمایا۔ امام حلبی علیہ الرحمہ السیر ۃ الحلبیہ میں آقا رحمۃ للعالمین ﷺ کا درج ذیل فرمان روایت کرتے ہیں جو بنو ہاشم اور بنو زہرہ کے افضل النسب ہونے پر حجت ہے:

وعن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما ولدني بغي قط منذ خرجت من صلب آدم ولم تزل تنازعني الأمم كابرا عن كابر حتى خرجت من أفضل حيين من العرب هاشم وزهرة

''حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری ولادت ہرگز کسی بے حیائی سے نہیں ہوئی۔ میں صُلب آدم علیہ السلام سے لے کر ہر قوم و اُمت کے اکابر سے اکابر کی طرف منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ میری ولادت عرب کے دو سب سے افضل قبائل بنو ہاشم اور بنو زہرہ سے ہوئی''۔

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے حسب ونسب پر امام قسطلانی کا یہ لکھنا کتنا اعلیٰ ہے کہ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا اپنے حسب، نسب اور مقام کے اعتبار سے قریش میں باپ اور ماں دونوں طرف سے افضل ترین خاتون تھیں۔ عبارت پیش خدمت ہے:

ثم خرج به عبد المطلب، حتى أتى به وهب بن عبد مناف بن زهرة وهو يومئذ سيد بني زهرة نسبا وشرفا- فزوجه ابنته آمنة، وهي يومئذ أفضل امرأة في قريش نسبا وموضعا

''پھر حضرت عبد المطلب جناب وہب بن عبد مناف بن زہرہ کے پاس آئے۔ جناب وہب اُس وقت نسب اور شرف وعزت میں بنو زہرہ کے سردار تھے۔ حضرت عبد المطلب نے اپنے بیٹے کا رشتہ حضرت آمنہ سے کر دیا جو اُس وقت تمام کے تمام قبیلہ قریش میں نسب اور مقام میں افضل ترین خاتون تھیں''۔

امام قسطلانی کی عبارت پر پھر توجہ دی جائے تو حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے مقام اور شان کا اندازہ کیا جا سکتا ہے:

آمنة وهي يومئذ أفضل امرأة في قريش نسبا وموضعا

قریش عربوں کا سب سے معزز قبیلہ

سقایہ قریش کے پاس۔۔۔۔۔۔۔۔۔ رفادہ اُن کے پاس

زمزم کے زمزمے اُن کے پاس

سیاسی برتری بھی اُنہی کے پاس

مذہبی فیصلوں کا اختیار بھی قریش ہی کے پاس

آمنة، وهي يومئذ أفضل امرأة في قريش نسبا وموضعا

افضل قریش میں سے بھی سے افضل ترین

قریش کے سارے قبائل میں سے بھی سب سے افضل ترین

اعلیٰ ترین اور بلند ترین خاتون۔۔۔۔۔۔۔ بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا

حتیٰ کہ بنو ہاشم کی بھی اُس وقت کی ساری عورتوں سے افضل

آمنة، وهي يومئذ أفضل امرأة في قريش نسبا وموضعا

آمِنَةُ رضی اللہ عنہا۔۔۔۔۔ وہب کی دختر

آمِنَةُ رضی اللہ عنہا۔۔۔۔۔ عبد مناف کی پوتی

آمِنَةُ رضی اللہ عنہا۔۔۔۔۔ زُهْرَةَ بْنِ كِلَابٍ کی پڑپوتی

آمِنَةُ رضی اللہ عنہا۔۔۔۔۔ جن کی والدہ کا نام بَرَّةُ

آمِنَةُ رضی اللہ عنہا۔۔۔۔۔ جن کی نانی کا نام أُمِّ حَبِيب

آمِنَةُ رضی اللہ عنہا۔۔۔۔۔ صرف نسب میں ہی افضل نہیں

بلکہ **وموضعا** کہہ کر امام قسطلانی بتاتے ہیں کہ

اس وقت کی تمام عورتوں میں

علم میں سب سے بڑھ کر۔۔۔۔۔۔۔۔ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا

حُسن وجمال میں سب سے آگے ۔۔۔۔۔۔۔ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا

عقل ودانائی میں سب سے بہتر۔۔۔۔۔۔۔ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا

اخلاق وکردار میں سب سے عالی وقار۔۔۔۔۔ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا

طیب النجار نے ان الفاظ میں اتنا اور اضافہ کیا:

وكان عبد الله بن عبد المطلب قد تزوج من آمنة بنت وهب، وهي يومئذ من أفضل نساء قريش نسبًا، وأكرمهن ذكرًا

''حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب نے حضرت آمنہ بنت وہب سے شادی فرمائی۔ حضرت آمنہ اُس وقت میں قریش کی عورتوں میں سے سب سے اعلیٰ نسب کی تھیں اور اُن سب میں سب سے زیادہ احترام والا اُنہی کا چرچا تھا''۔

(القول المبين في سيرة سيد المرسلين)

وأكرمهن ذكرًا۔۔۔۔۔۔۔۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں گھر گھر حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی شانوں کا ذکر کیا جا رہا تھا۔

مکۃ المکرمہ میں بھی اُنہی کی نجابت کا تذکرہ ہو رہا تھا۔

قبائل قریش میں سب سے عالی نسبی کی وجہ سے تمام اہل قریش کے گھر بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا کے ذکرِ خیر سے معمور ہو رہے تھے

اور یہ چرچا احترام سے کیا جاتا تھا۔

وأكرمهن ذكرًا الفاظ سے یہ اخذ کرنے میں کوئی مشکل لاحق نہیں کہ

کہیں حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی قناعت کا ذکر ہو رہا تھا۔۔۔۔۔

کہیں اُن کی حیا کو عنوان بنایا جا رہا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔

کہیں اُن کی سخاوت کے چرچے ہوں گے۔۔۔۔۔۔۔

کہیں اُن کی محبت واطاعتِ والدین کی تعریف کی جاتی۔۔۔۔۔۔۔

کبھی عورتوں کی محفل لگتی سجتی تو اُن کے حسن وجمال پر قریش کی عورتیں واری واری جاتیں۔۔۔۔

بنو زہرہ کے مرد بیٹھتے تو سوداء بنت زہرا کاھنہ کی پیشین گوئی پر غور وفکر کیا جاتا۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی نجابت اور مستقبل میں اُن کی بلند شان کا سوچتے ہوں گے۔

مائیں تو سبھی کی عالی مقام ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے سوہنے محبوب اور سارے جہانوں کے مُختار کے لیے جس ماں کا انتخاب کیا۔ اُسی کے لیے یہ زیبا ہے کہ وہ سب خوبیوں میں سب سے اعلیٰ وارفع ہو۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی شان کو کون سمجھے!!!!

بس اُن کی رفعتِ شان کے لیے یہ ہی کافی ہے کہ بعد از خدا بزرگ توئی کا تاج جس کے سر سجا ہے۔ اُس کے لیے ربّ نے اُس وقت کی سب سے اُونچی شان والی ماں کا اصطفاء فرمایا۔

یہی وہ اعلیٰ نسبی ہے کہ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کئی بار اپنے نسبِ عالی کو نہ صرف بیان فرمایا بلکہ اُس پر فخر کا اظہار بھی فرمایا۔ ابن ہشام کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

قَالَ ابْنُ هِشَامٍ: فَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْرَفُ وَلَدِ آدَمَ حَسَبًا، وَأَفْضَلُهُمْ نَسَبًا مِنْ قِبَلِ أَبِيهِ وأمه صلى الله عَلَيْهِ وَسلم.

''پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اولادِ آدم میں ماں اور باپ دونوں طرف سے حسب کے اعتبار سے سب سے معزز اور نسب کے اعتبار سے سب سے افضل ہیں''۔

ابن کثیر البدایہ والنہایہ میں لکھتے ہیں۔

عَبْدُ اللهِ مُحَمَّدًا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيِّدَ وَلَدِ آدَمَ وَأُمُّهُ آمِنَةُ بنت وهب بْنِ عَبْدِ مَنَافِ بْنِ زُهْرَةَ بْنِ كِلَابِ بْنِ مُرَّةَ بْنِ كَعْبِ بْنِ لُؤَيٍّ ثُمَّ ذَكَرَ أُمَّهَاتِهَا فَأَغْرَقَ إِلَى أَنْ قَالَ فَهُوَ أَشْرَفُ وَلَدِ آدَمَ حَسَبًا وَأَفْضَلُهُمْ نَسَبًا مِنْ قِبَلِ أَبِيهِ وَأُمِّهِ صَلَوَاتُ اللهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ

دَائِمًا اِلٰی یَوْمِ الدِّین

''عبداللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اولادِ آدم کے سردار ہیں۔ اور اُن کی والدہ ماجدہ آمنہ بنت وہب بن عبدمناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی ہیں پھر اس کے بعد حضرت آمنہ کی اُمہات کا ذکر کیا یہاں تک کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی والد اور اپنی والدہ دونوں کی طرف سے حسب اور نسب کے اعتبار سے تمام اولادِ آدم میں سے سب سے معزز اور افضل ہیں۔

صَلَوٰاتُ اللّٰہِ وَسَلَامُہٗ عَلَیْہِ دَائِمًا اِلٰی یَوْمِ الدِّیْن

اور احمد غلوش نے اِس عالی نسبی پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ سنت بیان فرمائی۔

كان صلى الله عليه وسلم نتاج هذه السلسلة الكريمة التي يفتخر بها

یہ وہ کریم سلسلۂ نسب ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر فخر فرماتے تھے۔

(السيرة النبوية والدعوة في العهد المكي)

پنجتن ہیں جسکی شاخِ سیادت کے برگ و گل
اے آفریں عروج کا شجرہ ہیں آمنہ رضی اللہ عنہا
جھکتے ہیں جس کے آگے سرِ قدسیانِ عرش
عظمت کا آسمانِ معلیٰ ہیں آمنہ رضی اللہ عنہا

والدہ کے وطن کی یاد

امام حاکم ہی دوسری روایت جو حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ سے ہے اس میں ''فِي هَذِهِ الْبَطْحَاء'' یعنی اس وادیٔ بطحاء میں کے الفاظ کا اضافہ ہے بطحاء کا لغوی معنی تو ایسی وادی ہوتا ہے جس کی زمین ریت کی وجہ سے نرم ہو۔ امام حموی معجم البلدان میں اس کی وضاحت فرماتے ہیں کہ جنت المعلیٰ کے پاس جو وادی ہے اُسے بطحاء اور ابطح کہا جاتا ہے۔ عموماً اس سے مراد پورا مکۃ المکرمہ اور اُس کے مضافات لیے جاتے ہیں۔ امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ کی مشہورِ زمانہ نعت شریف ہے:

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحاء تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

نیز مدینہ پاک میں بھی ایک وادی کا نام بطحاء ہے جو ذوالحلیفہ کے ساتھ ہے۔ امام بخاری علیہ الرحمہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وادی میں نماز ادا فرمائی اور جنگ احزاب میں بھی اسی وادی سے وضو فرمایا۔

ایک حدیث شریف میں فرمایا: ''وادی بطحان جنت کی ایک نہر پر ہے''

ساری دُنیا اللہ کے پاک محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شاہِ بطحاء سے یاد کرتی ہے اور حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی والدہ کی حسین یادوں میں وادیٔ بطحاء کا حوالہ قائم فرماتے ہیں۔ وادیٔ بطحاء کا حسین استعارہ اس لیے بھی اہم ہے کہ اس نام کی وادی مکہ و مدینہ دونوں شہروں میں ہے۔ ایک شہر آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائے ولادت تو دوسرا مقام ہجرت و مدفن ہے اور سیدہ آمنہ پاک سلام اللہ علیہا کی نسبت بھی دونوں شہروں سے ہے۔ ایک میکہ اور دوسرا سسرال ہے۔

غبارِ وادیٔ بطحا ہی جنت ہے نگاہوں کی
عبادت ہے طوافِ گنبدِ خضرا ان آنکھوں کی

زُہریہ پاک سے زہرا پاک تک

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نانا محترم، حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے والد گرامی وہب بن عبدمناف بن زہرہ قبیلہ بنو زہرہ سردار تھے۔ یہ خاندان زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی کے نام سے موسوم تھا جو ابوزہرہ کی کنیت سے مشہور تھے۔ یہ زہرہ جناب قصی کے بھائی تھے۔ جب تک حیات رہے۔ مکہ پر اُن کی حکمرانی رہی اور اپنے وصال کے بعد یہ حکمرانی وراثت میں قریش کے لیے چھوڑی۔ یہ ایک ایسا اعزاز اور شرف تھا جس میں کوئی دوسرا قریش کا شریک نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے کلاب کے دو بیٹوں جناب قصی اور جناب زہرہ کا انتخاب فرمایا کہ انہیں کی نسل سے سارے جہانوں کے آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی۔ اسی نسبت سے حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا مؤحدہ ہونا ہی اس بات کے لیے کافی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا کے واسطے دعائے استغفار نہیں بلکہ دعائے رحمت کی جائے۔ کو الزُّهْرِيَةَ کہا جاتا ہے۔

صاحب البداية والنهاية کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

فَزَوَّجَهُ أَشْرَفَ عَقِيلَةٍ فِي قُرَيْشٍ آمِنَةَ بِنْتَ وَهْبِ بْنِ عَبْدِ مَنَافِ بْنِ زُهرة الزُّهْرِيَّة

''حضرت عبدالمطلب نے اپنے بیٹے عبداللہ کی شادی آمنہ بنت وہب بن عبدمناف بن زہرۃ الزہریہ کے ساتھ کردی جو کہ قریش کی تمام عورتوں میں سب سے زیادہ عقل مند تھیں''۔

اور آپ کی پوتی مادرِ حسنین، ملکۂ کونین و جنت سیدہ فاطمہ پاک علیہا السلام کا لقب مُبارک ''زَهْرَاء'' ہے۔ اگر اس لفظ کے مادہ پر غور کریں تو ازہر کا مطلب نمودار ہونا ہوتا ہے جیسے ''ازهر النبات'' کا معنی کلی نکلنا اور شگوفہ پھوٹنا اور اَزْهَر النَّار کے معنی ہیں آگ روشن کرنا۔ اسی لیے اَلزُّهره کا معنی خوب صورتی سے کیا جاتا ہے اور سیارہ زُہرہ [Venus] کو یونانی مذہب میں حُسن کی دیوی کہا جاتا تھا اور ''زَهْرَاء'' کے معنیٰ پر صاحب تاج العروس بیان کرتے ہیں:

والمرأة زَهْرَاءُ، وَكُلُّ لَوْنٍ أَبيض كالدُّرَّةِ الزَّهْراءِ
روشن چہرے والی عورت جیسے چمکتا دمکتا موتی

جانثاری اور مدافعت ومحبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ سلسلۂ کرم
بنو زہرہ کی سردارہ الزُّهْرِيَةَ سے شروع ہوا اور جنت کی ملکۂ سیدہ زَهْرَاء تک پہنچا
سیدہ آمنہ زہریہ رضی اللہ عنہا کے بطنِ اقدس سے سراجِ منیر کا اُجالا طلوع ہوا
اور سیدہ طیبہ پاک فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے شکمِ اقدس سے جنت کے سرداروں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی ولادت سے آلِ رسول کا شجرہ طیبہ جاری ہوا
یہ درس ایمان، امانت اور امان کی امین سیدہ آمنہ پاک رضی اللہ عنہا سے شروع ہوا
اور ایمان، امانت اور امان کے آسمان رفیع فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا پر مکمل ہوا
بارگاہِ اُمّ النبی سے ہوتے ہوئے سائل سیدہ اُمّ ابیھا کی بارگاہ تک آپہنچا ہے
سیدہ آمنہ الزہریۃ رضی اللہ عنہا جو امن بانٹنے والی ہیں
اُنہی کے ایمان پر ایمان سے ہمارا ایمان شروع ہوتا ہے
سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا جو جہنم سے رہائی دلانے والی ہیں
انہی کی امان ہمارے لیے جانِ ایمان ہے۔

حضور سیدالانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو اپنی ماں کے ساتھ کیے ہوئے سفر کو یاد کرتے

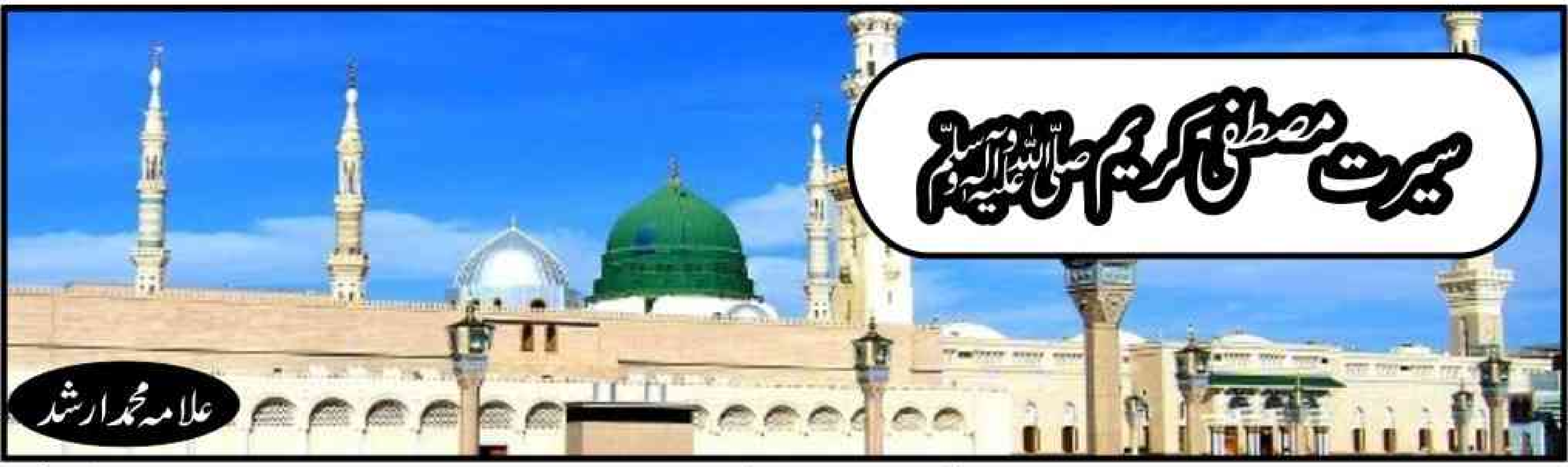

سیرت مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

علامہ محمد ارشد

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ

"تو یہ کیسی اللہ کی رحمت ہے کہ آپ ان کے لیے نرم ہوئے ہیں اور اگر آپ کی طبیعت اور دل میں سختی ہوتی تو وہ ضرور آپ کے ماحول سے منتشر ہو جاتے سو آپ انہیں معاف فرمادیں اور ان کے لیے طلب مغفرت فرمائیں اور مختلف امور میں ان سے مشورہ لیں اور جب کسی بات کا پختہ ارادہ کرلیں تو اللہ پر ہی توکل رکھیں، بے شک توکل کرنے والوں سے اللہ محبت کرتا ہے"۔ تذکرہ: (آل عمران:159)

غزوہ احد کے واقعات اس آیت کا پس منظر ہیں، یہ آیت اپنے مفاہیم اور معانی میں رسول کریم ﷺ کی سیرت کے سات پہلو سموئے ہوئے ہے:

1۔ نرمی اور شفقت
2۔ سختی اور درشتی سے پرہیز
3۔ عفوودرگزر
4۔ دوسروں کے لیے استغفار
5۔ مشاورت
6۔ عزم وارادہ
7۔ توکل علی اللہ

1: نرمی اور شفقت

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ

"تو یہ کیسی اللہ کی رحمت ہے کہ آپ ان کے لیے نرم ہوئے ہیں۔"

صاحب تفسیر تبصرہ علامہ سید ریاض حسین شاہ صاحب رقم طراز ہیں کہ:

"فہم کا ایک انداز یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آیت کو حضور ﷺ کی سیرت کا مطلق شہامت انگیز برہان تسلیم کرلیا جائے کہ جو "رہبر اور رہنما" لوگوں کو ساتھ رکھنے کا خلق عظیم ایسے موقعوں پر ظاہر کرتا ہے تو عام حالات میں وہ کتنے اکرم واشرف اور اَلْیَن واَخْلَق اور اَجْوَد و اَشْجَع ہوں گے اور ان کے کریم ہونے کی روشن کرنیں کیسے کیسے جلوے اور رنگ بکھیرتی ہوں گی۔ عفوودرگزر ایک دوسری چیز ہے لین ہونا معاملات میں سخت گیری کی بجائے نرمی اور سہولت اختیار کرنا ہے۔ دیکھا جائے تو تلطف اور رِفق ہی حُسنِ اخلاق کی جڑ ہے"۔ (تفسیر تبصرہ: آل عمران:159)

نرمی کے حوالہ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "عائشہ! اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والا ہے اور نرمی کو پسند فرماتا ہے اور نرمی کی بنا پر وہ کچھ عطا فرماتا ہے جو درشت مزاجی کی بنا پر عطا نہیں فرماتا، وہ اس کے علاوہ کسی بھی اور بات پر اتنا عطا نہیں فرماتا"۔ (صحیح مسلم:6601)

تورات اور انجیل میں بھی رسول کریم ﷺ کی سیرت کو بیان کیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی نرمی اور شفقت ملاحظہ فرمائیں:

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جب اللہ تعالیٰ نے زید بن سعنہ کی ہدایت کا ارادہ فرمایا تو زید بن سعنہ نے کہا: میں نے جب حضور ﷺ کے روئے انور کی زیارت کی تو اسی وقت آپ میں نبوت کی تمام علامات پہچان لیں، البتہ دو علامتیں ایسی تھیں جن کی مجھے خبر نہ تھی (کہ وہ دو علامتیں آپ ﷺ میں ہیں یا نہیں) ایک یہ کہ آپ ﷺ کا حلم آپ ﷺ کے غضب پر سبقت لے جاتا ہے اور دوسری یہ کہ آپ ﷺ کے ساتھ جتنا زیادہ جہالت کا برتاؤ کیا جائے آپ ﷺ کا حلم اتنا ہی بڑھتا چلا جائے گا۔ میں موقع کی تلاش میں رہا تا کہ آپ ﷺ کا حلم دیکھ سکوں۔ ایک دن نبی اکرم ﷺ اپنے حجروں سے باہر تشریف لائے اور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم آپ ﷺ کے ساتھ تھے کہ دیہاتی جیسا ایک شخص اپنی سواری پر آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی: فلاں قبیلے کی بستی میں رہنے والے قحط اور خشک سالی کی مصیبت میں مبتلا ہیں، میں نے ان سے کہا کہ اگر تم لوگ اسلام قبول کرلو تو تمہیں کثیر رزق ملے گا۔ انہوں نے اسلام قبول کرلیا ہے، یارسول اللہ! ﷺ، مجھے ڈر ہے کہ جس طرح وہ رزق ملنے کی امید پر اسلام میں داخل ہوئے کہیں وہ رزق نہ ملنے کی وجہ سے اسلام سے نکل نہ جائیں۔ اگر ممکن ہو تو ان کی طرف کوئی ایسی چیز بھیج دیں جس سے ان کی مدد ہو جائے۔ حضور ﷺ نے اس شخص کی طرف دیکھا اور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم کو دکھایا تو انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ! ﷺ، اس میں سے کچھ باقی نہیں بچا۔ زید بن سعنہ کہتے ہیں: میں حضور اقدس ﷺ کے قریب ہوا اور کہا: اے محمد! ﷺ کیا آپ ایک مقررہ مدت تک فلاں قبیلے کے باغ کی معین مقدار میں کھجوریں مجھے بیچ سکتے ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اے یہودی! ایسے نہیں، میں ایک مقررہ مدت تک اور مُعَیَّن مقدار میں کھجوریں تمہیں بیچوں گا لیکن کسی باغ کو خاص نہیں کروں گا۔ زید بن سعنہ کہتے ہیں: میں نے کہا ٹھیک ہے۔ چنانچہ میں نے ایک مقررہ مدت تک معین مقدار میں کھجوروں کے بدلے 80 مثقال سونا حضور ﷺ کو دے دیا اور آپ ﷺ نے وہ سونا اس شخص کو دے کر فرمایا: "یہ سونا ان لوگوں کے درمیان تقسیم کردو اور اس کے ذریعے ان کی مدد کرو۔

زید بن سعنہ کہتے ہیں، جب وہ مدت پوری ہونے میں دو یا تین دن رہ گئے تو میں نے مسجد میں آپ ﷺ کا دامنِ اقدس پکڑ کر تیز نگاہ سے دیکھتے ہوئے یوں کہا: اے محمد! میرا حق ادا کرو۔ اے عبدالمطلب کے

خاندان والو! تم سب کا یہی طریقہ ہے کہ تم لوگ ہمیشہ لوگوں کے حقوق ادا کرنے میں دیر لگایا کرتے ہو اور ٹال مٹول کرنا تم لوگوں کی عادت بن چکی ہے۔ اس دوران میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا تو ان کی آنکھیں ان کے چہرے پر گھوم رہی تھیں، انہوں نے جلال بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے مجھ سے فرمایا: اے دشمن خدا! کیا تم رسول اللہ ﷺ سے ایسی بات اور ایسی حرکت کر رہے ہو! اس خدا کی قسم جس نے انہیں حق کے ساتھ بھیجا، اگر مجھے نبی کریم ﷺ کا لحاظ نہ ہوتا تو میں ابھی اپنی تلوار سے تیرا سر اڑا دیتا۔ رسول کریم ﷺ پُر سکون انداز میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھنے لگے اور مسکرائے، پھر ارشاد فرمایا''ہم دونوں کو اس کے علاوہ چیز کی زیادہ ضرورت تھی کہ تم مجھے اچھے طریقے سے ادائیگی کا کہتے اور اسے اچھے انداز میں مطالبہ کرنے کا کہتے اے عمر! تم اسے اس کا حق دے دو اور بیس صاع کھجوریں اس کے حق سے زیادہ دے دینا۔

زید بن سعنہ کہتے ہیں: (جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مجھے زیادہ کھجوریں دیں) تو میں نے کہا: اے عمر! رضی اللہ عنہ، مجھے زیادہ کھجوریں کیوں دی جا رہی ہیں؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''مجھے رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے کہ جو میں نے تمہیں ڈانٹا اس کے بدلے اتنی کھجوریں تمہیں زیادہ دے دوں۔ میں نے کہا: اے عمر! رضی اللہ عنہ، آپ جانتے ہیں کہ میں کون ہوں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا''نہیں۔ میں نے کہا: میں یہودیوں کا عالم زید بن سعنہ ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''پھر تم نے رسول اللہ ﷺ، کو جو باتیں کہیں اور ان کے ساتھ جو حرکت کی وہ کیوں کی؟ میں نے کہا: میں نے حضور ﷺ کے چہرہ انور کی زیارت کرتے ہی آپ میں نبوت کی تمام علامات پہچان لی تھیں، البتہ ان دو علامتوں کو دیکھنا باقی تھا کہ آپ ﷺ کا حلم آپ ﷺ کے غضب پر سبقت لے جاتا ہے اور آپ ﷺ کے ساتھ جتنا زیادہ جہالت کا برتاؤ کیا جائے آپ ﷺ کا حلم اتنا ہی بڑھتا چلا جائے گا۔ بے شک میں نے یہ علامتیں بھی آپ ﷺ میں پا لی ہیں، تو اے عمر! رضی اللہ عنہ، آپ گواہ ہو جائیں کہ میں اللہ تعالیٰ کے ربّ ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد مصطفی ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہوا۔ میں بہت مالدار ہوں، آپ گواہ ہو جائیں کہ میں نے اپنا آدھا مال رسول اللہ ﷺ کی امت پر صدقہ کر دیا پھر حضرت زید رضی اللہ عنہ سرکار دو عالم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور کہا ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور محمد مصطفی ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

(مستدرک، کتاب معرفۃ الصحابۃ رضی اللہ عنہ)

2۔ سختی اور درشتی سے پرہیز

وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ

''اور اگر آپ کی طبیعت اور دل میں سختی ہوتی تو وہ ضرور آپ کے ماحول سے منتشر ہو جاتے۔''

علامہ سید ریاض حسین شاہ صاحب رقم طراز ہیں:

''آیت میں کہا گیا کہ حضور ﷺ ''فظ'' نہیں تھے، اس لفظ کا معنیٰ کیا ہے؟

تاج العروس نے لکھا کہ ایسی گفتگو جو فاصلوں میں اضافہ کر دے۔ راغب نے لکھا کہ لہجے کی ناخوشگواری ''فظ'' کہلاتی ہے۔ ابن منظور نے کہا کہ خشونت کلامی ''فظاظت'' ہوتی ہے۔ التحقیق نے یہ بھی لکھا کہ اونٹ کو پانی پلا کر پھر اس کا منہ بند کر دینا ''فظاظ'' ہے۔ اس سے ایسا کلام بھی ''فظاظت'' کہلانے لگ گیا جس سے متکلم کے شوخا اور بے رُخ ہونے کا پتہ چلے، یہ بدخُلقی کی ایک قسم ہے۔ ائمہ لغت نے یہ بھی لکھا کہ لوگوں پر لعنت کرنے والا شخص ''فظیظ'' ہوتا ہے۔ ایسا تلخ اور کڑوا پانی جو پینے والا گھونٹ بھرتے ہی تھوک دے ''فظظ'' ہوتا ہے۔ اس مناسبت سے کڑوا کلام جو تلخیاں جنم دے ''فظاظت'' کہلاتا ہے''۔

قرآن مجید کہتا ہے کہ حضور ﷺ کے کلام میں فظاظت نہیں تھی بلکہ آپ کی باتیں میٹھی، شیریں، حلاوت انگیز اور دلوں کو ٹھنڈا کرنے والی ہوتیں۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ ایک قوم کے پاس سے گزرے وہ لوگ تفریحاً ایک دوسرے پر پتھر پھینک رہے تھے، آپ ﷺ نے انہیں کچھ نہ کہا اور مسکرا کر گزر گئے، ایک صحابی عرض کرنے لگے: اگر آپ جھڑک دیتے تو بہتر ہوتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ نے مجھے آسانیاں پیدا کرنے کے لیے مبعوث کیا ہے، لوگوں پر پابندیاں عائد کر کے متنفر کرنے کے لیے نہیں بھیجا۔

علمائے نفسیات کا اس پر اتفاق ہے کہ زبان میں خشونت اور سختی رکھنے والے شخص کے گرداگرد حلقۂ محبت قائم نہیں ہو سکتا۔ (تفسیر تبصرہ: آل عمران:159)

جس شخص کے وجود میں سختی اور درشتی ہو وہ اللہ کی طرف سے ملنے والی ہر خیر سے محروم ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من يحرم الرفق يحرم الخير

جو شخص نرم خوئی سے محروم کر دیا جائے وہ بھلائی سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

(صحیح مسلم:6599)

3۔ عفو و درگزر

فَاعْفُ عَنْهُمْ

سو آپ انہیں معاف فرما دیں

اسلام میں عفو و درگزر کی اہمیت انتہائی زیادہ ہے۔ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں اس کی متعدد مثالیں اور ہدایات موجود ہیں۔ عفو و درگزر کو اسلامی تعلیمات میں ایک اعلیٰ اخلاقی قدر کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ

(سورۃ المائدہ:13)

''تو آپ انہیں معاف فرما دیں اور درگزر فرمائیں اُن سے بے شک اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے''۔

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ

(سورۃ النور:22)

اور چاہیئے کہ معاف کریں اور درگزر کریں کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہیں بخش دے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ہمیشہ عفو و درگزر کی تعلیم دی اور خود بھی اس پر عمل کیا۔ فتح مکہ کے بعد آپ ﷺ نے اپنے بدترین دشمنوں کو معاف کر دیا۔

سراقہ بن مالک کو معاف کرنا:

عبدالرحمٰن بن مالک مدلجی نے خبر دی، وہ سراقہ بن مالک بن جعشم کے بھتیجے ہیں کہ ان کے والد نے انہیں خبر دی اور انہوں نے سراقہ بن جعشم رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ ہمارے پاس کفار قریش کے قاصد آئے اور یہ پیش کش کی کہ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اگر کوئی شخص قتل کر دے یا قید کر لائے تو اسے ہر ایک کے بدلے میں ایک سو اونٹ دیئے جائیں گے۔ میں اپنی قوم بنی مدلج کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ان کا

ایک آدمی سامنے آیا اور ہمارے قریب کھڑا ہو گیا۔ ہم ابھی بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے کہا سراقہ! ساحل پر میں ابھی چند سائے دیکھ کر آ رہا ہوں میرا خیال ہے کہ وہ محمد اور ان کے ساتھی ہی ہیں (ﷺ)۔ سراقہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں سمجھ گیا اس کا خیال صحیح ہے لیکن میں نے اس سے کہا کہ وہ لوگ نہیں ہیں میں نے فلاں فلاں آدمی کو دیکھا ہے ہمارے سامنے سے اسی طرف گئے ہیں۔ اس کے بعد میں مجلس میں تھوڑی دیر اور بیٹھا رہا اور پھر اٹھتے ہی گھر گیا اور لونڈی سے کہا کہ میرے گھوڑے کو لے کر ٹیلے کے پیچھے چلی جائے اور وہیں میرا انتظار کرے، اس کے بعد میں نے اپنا نیزہ اٹھایا اور گھر کی پشت کی طرف سے باہر نکل آیا میں نیزے کی نوک سے زمین پر لکیر کھینچتا ہوا چلا گیا اور اوپر کے حصے کو چھپائے ہوئے تھا۔ (سراقہ یہ سب کچھ اس لیے کر رہا تھا کہ کسی کو خبر نہ ہو ورنہ وہ بھی میرے انعام میں شریک ہو جائے گا) میں گھوڑے کے پاس آ کر اس پر سوار ہوا اور صبا رفتاری کے ساتھ اسے لے چلا، جتنی جلدی کے ساتھ بھی میرے لیے ممکن تھا، آخر میں نے ان کو پا ہی لیا۔ اسی وقت گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور مجھے زمین پر گرا دیا لیکن میں کھڑا ہو گیا اور اپنا ہاتھ ترکش کی طرف بڑھایا اس میں سے تیر نکال کر میں نے فال نکالی کہ آیا میں انہیں نقصان پہنچا سکتا ہوں یا نہیں۔ فال (اب بھی) وہ نکلی جسے میں پسند نہیں کرتا تھا لیکن میں دوبارہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا اور تیروں کے فال کی پرواہ نہیں کی۔ پھر میرا گھوڑا مجھے تیزی کے ساتھ دوڑائے لیے جا رہا تھا۔ آخر جب میں نے رسول اللہ ﷺ کی قرأت سنی، نبی کریم ﷺ میری طرف کوئی توجہ نہیں کر رہے تھے لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ بار بار مڑ کر دیکھتے تھے، تو میرے گھوڑے کے آگے کے دونوں پاؤں زمین میں دھنس گئے جب وہ ٹخنوں تک دھنس گیا تو میں اس کے اوپر گر پڑا اور اسے اٹھنے کے لیے ڈانٹا میں نے اسے اٹھانے کی کوشش کی لیکن وہ اپنے پاؤں زمین سے نہیں نکال سکا۔ بڑی مشکل سے جب اس نے پوری طرح کھڑے ہونے کی کوشش کی تو اس کے آگے کے پاؤں سے منتشر سا غبار اٹھ کر دھوئیں کی طرح آسمان کی طرف چڑھنے لگا۔ میں نے تیروں سے فال نکالی لیکن اس مرتبہ بھی وہی فال آئی جسے میں پسند نہیں کرتا تھا۔ اس وقت میں نے نبی کریم ﷺ کو امان کے لیے پکارا۔ میری آواز پر وہ لوگ کھڑے ہو گئے اور میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے پاس آیا۔ ان تک بُرے ارادے کے ساتھ پہنچنے سے جس طرح مجھے روک دیا گیا تھا۔ اسی سے مجھے یقین ہو گیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی دعوت غالب آ کر رہے گی، اس لیے میں نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ آپ کی قوم نے آپ کے مارنے کے لیے سو اونٹوں کے انعام کا اعلان کیا ہے۔ پھر میں نے آپ کو قریش کے ارادوں کی اطلاع دی۔ میں نے ان حضرات کی خدمت میں کچھ توشہ اور سامان پیش کیا لیکن آپ ﷺ نے اسے قبول نہیں فرمایا، مجھ سے کسی اور چیز کا بھی مطالبہ نہیں کیا صرف اتنا کہا کہ ہمارے متعلق راز داری سے کام لینا لیکن میں نے عرض کیا کہ آپ میرے لیے ایک امن کی تحریر لکھ دیجیے۔ آپ ﷺ نے عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا اور انہوں نے چمڑے کے ایک رقعہ پر تحریر امن لکھ دی۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ آگے چل پڑے۔ (صحیح بخاری:3906)

قارئین کرام،

ملاحظہ فرمائیں، رسول اللہ ﷺ اسے امان لکھ کر دے رہے ہیں جو دو سو اونٹوں کے لالچ میں انہیں قتل کرنے کے ارادے سے آ رہا تھا۔

دوسروں کو معاف کرنے سے عزت میں اضافہ ہوتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"صدقہ دینے سے کوئی مال نہیں گھٹا اور جو بندہ معاف کر دیتا ہے اللہ اس کی عزت بڑھاتا ہے اور جو بندہ اللہ تعالیٰ کے لیے عاجزی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا درجہ بلند کرتا ہے"۔ (صحیح مسلم:6592)

معاف کرنے سے معاشرتی ہم آہنگی کو فروغ ملتا ہے۔ معاف کر دینے سے دل کو سکون ملتا ہے اور انسان نفرت و کینہ سے بچ جاتا ہے۔ عفو و درگزر سے اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔

4۔ دوسروں کے لیے استغفار

وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ

"اور ان کے لیے طلب مغفرت فرمائیں"

دوسروں کے لیے استغفار (بخشش کی دعا) انبیائے کرام کی سنت ہے۔ یہ پہلو نبی کریم ﷺ کی شفقت اور ان کے دل میں امت کے لیے موجود محبت کی عکاسی کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ہر نبی کو ایک دعا حاصل ہوتی ہے (جو قبول کی جاتی ہے) اور میں چاہتا ہوں کہ میں اپنی دعا کو آخرت میں اپنی اُمت کی شفاعت کے لیے محفوظ رکھوں" (صحیح بخاری:6304)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص ہر روز یہ دعا پڑھے: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي وَ لِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ اللہ تعالیٰ ہر مؤمن کی طرف سے ایک نیکی عطا فرمائے گا"۔ (معجم کبیر:877)

کسی کی غیر موجودگی میں استغفار کرنے کی فضیلت:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مسلمان شخص کی اپنے (مسلمان) بھائی کے لیے وہ دعا قبول ہوتی ہے جو اس کی غیر موجودگی میں کی جاتی ہے، اور (دعا کرنے والے) کے پاس ایک فرشتہ مامور ہوتا ہے، جب وہ اپنے بھائی کے لیے دعائے خیر کرتا ہے تو وہ مامور فرشتہ آمین کہتا ہے اور کہتا ہے: اسی مثل تمہارے لیے بھی ہو"۔ (مشکوۃ المصابیح:2228)

دوسروں کے لیے استغفار کرنے سے اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ انسان کے اپنے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ جس کی وجہ سے روحانیت اور پاکیزگی میں اضافہ ہوتا ہے۔

5۔ دوسروں سے مشاورت کرنا

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ

"مختلف امور میں ان سے مشورہ لیں"۔

اسلام میں مشورہ کی اہمیت اس قدر زیادہ ہے کہ خود صاحب وحی سید المرسلین محمد رسول اللہ ﷺ کو مشورہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ تفسیر قرطبی میں ہے: اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو اپنے اصحاب سے مشورہ کرنے کا حکم اس وجہ سے نہیں دیا کہ رسول اللہ ﷺ کو ان کے مشورہ کی حاجت ہے، حکم دینے کی وجہ یہ ہے کہ انہیں مشورے کی فضیلت کا علم دیا جائے اور آپ ﷺ کے بعد آپ کی اُمت مشورہ کرنے میں آپ کی پیروی کرے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ما رایت احدا اکثر مشورة لاصحابه من رسول الله یعنی میں نے رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا جو اپنے ساتھیوں سے زیادہ مشورہ لیتا ہو۔ (ترمذی:1714)

بقیہ: صفحہ نمبر 23 پر

میلادالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آصف بلال آصف

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے جو خالق حقیقی ہے کہ اگر وہ اپنے بندوں کو حمد و شکر کی معرفت سے محروم رکھتا ان پیہم عطیوں پر جو اس نے دیے ہیں اور ان پے در پے نعمتوں پر جو اس نے فراوانی سے بخشی ہیں۔۔۔۔تو وہ اس کی نعمتوں میں تصرف تو کرتے مگر اس کی حمد نہ کرتے۔

تمام تعریف اللہ کے لیے ہے کہ اس نے اپنی ذات کی پہچان بتائی اور حمد و شکر کا طریقہ سمجھایا اور اپنی پروردگاری پر علم و اطلاع کی اور اپنے معاملے میں شرک و کج روی سے ہمیں بچایا۔۔۔۔

تمام تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس نے خلقت و آفرینش کی تمام خوبیاں ہمارے لیے منتخب کیں اور پاک و پاکیزہ رزق کا سلسلہ ہمارے لیے جاری کیا۔۔۔۔ اور ہمیں غلبہ و تسلط دے کر تمام مخلوقات میں برتری عطا کی۔۔۔۔ چنانچہ تمام کائنات اس کی قدرت سے ہمارے زیرِ فرمان اور اس کی قوت و سربلندی کی بدولت ہماری اطاعت پر آمادہ ہے۔۔۔۔

تمام تعریف اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے اپنے پیغمبر ﷺ کی بعثت سے ہم پر وہ احسان فرمایا جو گزشتہ امتوں پر نہ کیا۔۔۔۔ اس نے اپنی مخلوقات میں ہمیں آخری امت قرار دیا اور انکار کرنے والوں پر گواہ بنایا اور اپنے لطف و کرم سے کم تعداد والوں کے مقابلے میں ہمیں کثرت دی۔۔۔۔

اے اللہ! تو رحمت فرما محمد ﷺ اور آلِ محمد ﷺ پر جو تیری وحی کے امانت دار۔۔۔۔ تمام مخلوقات میں تیرے برگزیدہ۔۔۔۔ تیرے بندوں میں رحمت کے پیشوا۔۔۔۔ خیر و سعادت کے پیشرو اور برکت کا سرچشمہ تھے۔۔۔۔ جس طرح انہوں نے تیری شریعت کی خاطر اپنے آپ کو مضبوطی سے جما کر رکھا اور تیری راہ میں اپنے جسم کو ہر طرح کے آزار کا نشانہ بنایا اور تیری طرف دعوت دینے کے سلسلے میں اپنے عزیزوں سے دشمنی کا مظاہرہ کیا اور تیری رضامندی کے لیے اپنی قوم و قبیلے سے جنگ کی اور تیرے دین کو زندہ کرنے کے لیے سب رشتے ناطے قطع کر لیے۔۔۔۔

نزدیک کے رشتہ داروں کو انکار کی وجہ سے دور کر دیا اور دور والوں کو اقرار کی وجہ سے قریب کیا۔۔۔۔ تیرا پیغام پہنچانے کے لیے تکلیفیں اٹھائیں اور دین کی طرف دعوت دینے کے سلسلے میں زحمتیں برداشت کیں اور اپنے محل و سکونت و مقام رہائش اور جائے ولادت وطن سے پردیس کی سرزمین اور دور دراز مقام کی طرف محض اس مقصد سے ہجرت کی کہ تیرے دین کو مضبوط کریں اور تجھ سے کفر اختیار کرنے والوں پر غلبہ پائیں۔۔۔۔ یہاں تک کہ تیرا دین غالب اور تیرا کلمہ غالب ہو کر رہے۔۔۔۔

حضور تاجدارِ کائنات ﷺ روحِ ایمان ہیں۔۔۔۔ آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس سے رشتۂ محبت استوار کیے بغیر نہ تو لذتِ ایمان نصیب ہو سکتی ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ سے تعلقِ عبودیت قائم ہو سکتا ہے۔۔۔۔ آپ ﷺ خالقِ کائنات تک پہنچنے کا واحد اور لازمی واسطہ ہیں۔۔۔۔ لہٰذا سینے میں آپ ﷺ کی الفت و رحمت کے چراغ فروزاں کیے بغیر راہِ مستقیم پر گامزن نہیں ہوا جا سکتا۔۔۔۔

اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں پر بے حساب انعامات و احسانات ہیں جن کا شکر بجا لانا ہم سب پر لازم ہے۔۔۔۔ ان میں سب سے بڑا احسان جس کا ذکر باری تعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ فرمایا ہے۔ وہ ولادت و بعثت مصطفی ﷺ ہے۔۔۔۔ اس بے پایاں احسان پر ہر مسلمان کو چاہیے کہ اپنے ربّ کے حضور سراپائے شکر و امتنان بن جائے۔۔۔۔

ماہِ ربیع الاول اس عظیم احسان کی عطا کا مہینہ ہے۔۔۔۔

اس ماہِ مبارک کے آتے ہی جس میں جانِ کائنات۔۔۔۔ روحِ کائنات۔۔۔۔ محبوبِ کائنات۔۔۔۔ تاجدارِ کائنات ﷺ۔۔۔۔ عالم ہست و بود میں تشریف لائے۔۔۔۔ پورے عالم اسلام میں خوشی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔۔۔۔ عاشقانِ مصطفی ﷺ کے دل مسرت و شادمانی سے جھوم اٹھتے ہیں۔۔۔۔ ہر ایک زبان پر درودِ پاک کے پُرکیف نغمے جاری ہو جاتے ہیں۔۔۔۔ ہر آنگن میں خدا کی رحمتوں کا نزول ہونے لگتا ہے اور دلوں کے موسم پر فصلِ بہار آ جاتی ہے۔۔۔۔

نورِ جبین ﷺ کی آمد کے ذکرِ جمیل سے تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں۔۔۔۔

ہر سو نورِ ہدایت پھیل جاتا ہے۔

اس ماہِ سعید میں فضا درود و سلام کے نغموں سے معمور ہو جاتی ہے۔۔۔۔

ہر سُو رنگ و نور کی برسات ہوتی نظر آتی ہے۔۔۔۔

عشق و محبتِ رسول ﷺ ہر مسلمان کے ایمان کا جزوِ لازم ہے۔۔۔۔ ماہِ میلاد میں ہر مسلمان اپنے اپنے انداز میں محبتِ رسول ﷺ کا اظہار کرتا ہوا نظر آتا ہے۔۔۔۔

کوئی سجود و قیام سے شکرِ ایزدی بجا لاتا ہے
کوئی درود و سلام کے میٹھے الاپ ہونٹوں پہ سجاتا ہے
کوئی جلسۂ عام میں تقاریر کی صورت محبتِ رسول ﷺ کے موتی چنتا ہے
کوئی جلوس کا اہتمام کر کے ہر طرف خیر بانٹتا ہے۔
کوئی محفل ذکرِ مصطفی ﷺ کے روحانی مزے لوٹتا ہے
کوئی غریبوں کی ضیافت کا اہتمام کرتا ہے
کوئی خوش بخت اپنے گھر کو برقی قمقموں سے منور کرتا ہے
کوئی خوش نصیب اپنے گلی محلے کو آمدِ مصطفی ﷺ کی جھنڈیوں سے سجاتا ہے

ربیع الاول کا ماحول نعتیہ نعتیہ سا ہو جاتا ہے۔ اس

ایمانی ووجدانی ماحول میں فضا۔

''آمدِ مصطفیٰ۔۔۔۔۔مرحبا۔۔۔۔۔رحبا'' کے دل آویز نعروں سے گونج اٹھتی ہے۔

تاریخ کے آئینے میں دیکھا جائے تو خیر القرون سے لے کر آج تک ہر دور کے مسلمان اپنے اپنے انداز میں میلاد النبی ﷺ کی خوشیاں مناتے چلے آ رہے ہیں۔۔۔۔۔ ہر دور کے اہلِ اسلام کے معمولات ہی میلاد النبی ﷺ کے اجزائے تشکیلی ہیں۔

یہ معمولات اس فرمانِ الٰہی کی تعمیل ہیں۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور رحمت پر مومنوں کو خوشیاں منانے کا حکم دیا ہے۔۔۔۔۔

لہٰذا آپ ﷺ کے میلاد کی خوشی میں ضیافت کرنا۔۔۔۔۔صدقہ وخیرات کرنا۔۔۔۔۔روشنیوں کا اہتمام کرنا۔۔۔۔۔قمقمے روشن کرنا۔۔۔۔۔مشعل بردار جلوس نکالنا۔۔۔۔۔ کھانا کھلانے کا اہتمام کرنا۔۔۔۔۔بارگاہِ الٰہی میں نا صرف مقبول ہے بلکہ اس کی رضا کا باعث بھی ہے۔۔۔۔۔

امتی نبی محترم ﷺ کی ولادت پر خوش ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے خوش ہوگا۔۔۔۔۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے حبیب مکرم ﷺ کے نعلینِ مقدسہ کی خیرات عطا فرمائے اور آپ ﷺ کے میلاد پاک کے فیوضات سے بہرہ ور فرمائے۔۔۔۔۔آمین

میلاد النبی ﷺ کی خوشی میں منعقد ہونے والے اجتماعات میں آپ ﷺ کی سیرت وفضائل کا ذکر ہوتا ہے۔

محفلِ میلاد میں تذکرہِ رسالت درج ذیل پانچ جہتوں میں ہوتا ہے۔

1۔احکامِ شریعت کا بیان

محافلِ میلاد النبی ﷺ میں اسلامی احکام۔ نماز، روزہ، زکوۃ، حج اور دیگر احکامِ شریعت کے بیانات کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے ان ارشادات وتعلیمات کا ذکر کیا جاتا ہے جو اسلامی شریعت کی بنیاد ہیں اور جن پر ارکانِ ایمان واسلام کی عمارت قائم ہے۔ حضورِ اکرم ﷺ کے اسوہ کامل پر عمل کر کے زندگیوں کو بہترین بنانے کا درس دیا جاتا ہے۔

2۔خصائلِ مصطفیٰ کا بیان

حضور اکرم ﷺ کا اسوہ حسنہ وہ آئینہ ہے جس میں آپ ﷺ کی سنت وسیرت اور خلقِ عظیم کا پرتو جھلکتا دکھائی دیتا ہے۔

اس تذکرہ کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہم اس کے ذریعے سے اپنی زندگی کو انفرادی اور اجتماعی سطح پر آپ ﷺ کی تعلیمات اور متعین کردہ اقدار کے مطابق سنواریں اور اپنے شب وروز آپ ﷺ کی سنت کے مطابق بسر کریں۔۔۔۔۔ یہ دوسرا موضوع ہے جسے علما اکرام محافلِ میلاد میں زیرِ بحث لاتے ہیں۔

3۔شمائلِ مصطفیٰ کا بیان

محافلِ میلاد میں آپ ﷺ کے شمائل بھی بیان کیے جاتے ہیں۔۔۔۔۔ آپ ﷺ کے حسن وجمال اور خوبصورتی ورعنائی کا حسین تذکرہ کیا جاتا ہے۔۔۔۔۔آپ ﷺ کے والضحیٰ چہرے۔۔۔۔۔ واللیل زلفوں۔۔۔۔۔ ماذاغ البصر کا دل آویز بیان ساعتوں میں رس گھولنے لگ جاتا ہے۔۔۔۔۔آپ ﷺ سرتا قدم حسنِ مجسم تھے اور یہ فیصلہ کرنا محال تھا کہ صوری حسن جسدِ اطہر کے کس کس مقام پر کمالِ حسن کی بلندیوں کو چھو رہا ہے۔۔۔۔۔ صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے سراپائے حسن کو دیکھ کر مست وبے خود ہو کر رہ جاتے تھے۔۔۔۔۔حق تو یہ ہے ذاتِ مصطفی ﷺ کا حسنِ سرمدی اظہار وبیان سے ماوراء تھا۔۔۔۔۔ اہل عرب زبان وبیان کی فصاحت وبلاغت کے اپنے تمام تر دعووں کے باوجود بھی اسے کماحقہ بیان کرنے سے عاجز تھے۔

ماہِ میلاد میں نورِ مجسم حضور نبی اکرم ﷺ کے اُسی حسنِ بے مثال کا تذکرہ ہوتا ہے۔۔۔۔۔

کوئی آپ ﷺ کے مبارک زلف ورخسار کا ذکر کرتا ہے۔

کوئی چشمانِ مقدسہ کی تاثیر کرم کی مدح سناتا ہے۔

کوئی گلِ قدس کی پتیوں جیسے نازک ہونٹوں پر درود پڑھتا ہے۔

کوئی آپ ﷺ کے دستِ اقدس سے صادر ہونے والے معجزات کا ذکر چھیڑتا ہے۔

کوئی حسن وجمال سے معمور دہنِ اقدس اور اس سے نکلتے ہوئے لعابِ مبارک کی برکات کے نغمے الاپتا ہے۔

یہی وہ کیفیات ہیں جو ان محافل کا حاصل ہیں۔۔۔۔۔ یہی وہ توشہ آخرت ہے جو سفرِ حشر میں مومن کے کام آئے گا۔

4۔ فضائلِ مصطفیٰ ﷺ کا بیان

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کو تمام جہان پر شرف وفضیلت عطا فرمائی اور تمام اولین وآخرین کا سید وسردار بنایا۔۔۔۔۔

آپ ﷺ کو اپنے قربِ خاص سے نوازا اور شبِ معراج عرش پر بلا کر اپنا دیدار عطا فرمایا۔۔۔۔۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں

آپ ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت۔۔۔۔۔

آپ ﷺ کی رضا کو اپنی رضا۔۔۔۔۔

آپ ﷺ کی بیعت کو اپنی بیعت۔۔۔۔۔

آپ ﷺ کے فضل کو اپنا فضل۔۔۔۔۔

نطقِ رسول ﷺ کو اپنی وحی۔۔۔۔۔

آپ ﷺ کی نافرمانی کو اپنی نافرمانی۔۔۔۔۔

آپ ﷺ کی عطا کو اپنی عطا قرار دیا ہے۔۔۔۔۔

میلاد النبی ﷺ کی مبارک تقریبات میں حسنِ صورت وسیرتِ مصطفی ﷺ کے تذکرے تو ہوتے ہی ہیں۔۔۔۔۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی کثیر الجہت شان کا بیان اہلِ ایمان کے دلوں میں عشق ومحبت کی وہ قندیلیں فروزاں کر دیتا ہے کہ جن کی ضیا، شبستانِ زندگی کو منور کر دیتی ہے۔۔۔۔۔

5۔ولادت اور روحانی آثار کا بیان

محافلِ میلاد میں علماء خصوصیت کے ساتھ آقائے دو جہاں ﷺ کی ولادت باسعادت اور اس کے ساتھ جڑے روحانی آثار کا تذکرہ کرتے ہیں۔۔۔۔۔ سیدنا آدم علیہ السلام سے لیکر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تک نسل در نسل اور گروہ در گروہ تمام انبیاء اکرام آپ ﷺ کی آمد کے تذکرے کرتے رہے ہیں یہاں تک کہ یہ سلسلہ آپ ﷺ کی ولادت مبارکہ کی صورت میں انجام پذیر ہوا۔۔۔۔۔

یہ سب بشارتیں جو کتبِ سابقہ اور صحائفِ آسمانی میں آپ ﷺ کے بارے میں مرقوم تھیں۔۔۔۔۔میلاد کا موضوع بنتی ہیں۔۔۔۔۔

اسی طرح آپ ﷺ کا حسب ونسب حضرت آدم علیہ السلام سے آگے جن پاک پشتوں میں آپ کا نور منتقل ہوتا ہوا پہلوئے سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا میں ظاہر ہوا۔۔۔۔۔ اور وہ نوعِ انسانی کے لیے اللہ کے فضل اور نعمت کے طور پر جلوہ گر ہوا میلاد کا نفس مضمون ہیں۔۔۔۔۔

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہر دور میں ہر نبی علیہ السلام کی زبانِ اقدس سے میلاد کا بیان ہوتا ہوا امت مسلمہ تک پہنچا ہے۔ اس کی ایک سچی تاریخ ہے۔ جسے جھٹلایا نہیں جاسکتا۔

میلاد النبی ﷺ ایمان کو جلا بخشنے کا ایک انتہائی مؤثر و مجرب ذریعہ ہے۔۔۔۔اس سے وہ قوت پیدا ہوتی ہے جسے علامہ اقبال قوت عشق کا نام دیتے ہیں اور جس کی بدولت اسم محمد ﷺ کی ضیا پاشیوں سے زندگیوں میں اجالا پیدا کیا جا سکتا ہے۔۔۔۔

یہی جشنِ میلاد منانے کا مقصد ہے

بقول اقبال رحمۃ اللہ علیہ:

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کردے
دہر میں اسمِ محمد ﷺ سے اجالا کردے

بقیہ: تبصرہ وتذکرہ

حوالہ جات

(54) تفسیر کبیر: فخر الدین رازی ایضاً تاج العرو

(55) تفسیر کبیر: فخر الدین رازی

(56) تفسیر نعیمی: مفتی احمد یار خان نعیمی

(57) المفردات: راغب اصفہانی

(58) تفسیر کبیر: فخر الدین رازی

(59) تفسیر کبیر: فخر الدین رازی

(60) تفسیر القرآن: زجاج

(61) تفسیر کبیر: رازی

(62) سنن ابی داؤد حدیث: 2078 کتاب النکا

(63) شرح الھدایہ باب نکاح الرقیق تفسیر مظہر

(64) تاج العروس: زبیدی، راغب اصفہانی ایضاً لسان ایضاً زمخشری

(65) تفسیر کبیر: فخر الدین رازی

(66) روح المعانی: آلوسی، ایضاً نجوم الفرقان، ایضاً مدونۃ الکبریٰ، ایضاً شرح الھدایہ، ایضاً فتح القدیر، ایضاً کتاب الاربعہ

(67) فی ظلال القرآن: سید قطب

(68) تفسیر کبیر: رازی ایضاً مظہری ایضاً قرطبی

(69) فی ظلال القرآن: سید قطب

(70) تفسیر القرآن الحکیم: علامہ رشید رضا

بقیہ: سیرت مصطفیٰ ﷺ

مشاورت کے نتیجہ میں مختلف آراء اور تجربات سامنے آتے ہیں جس سے درست فیصلہ کرنے میں مدد حاصل ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیث کا مفہوم ہے کہ جس شخص نے مشورہ کیا وہ کبھی شرمندہ نہیں ہوگا۔

6،7۔ عزم وارادہ اور توکل

فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ

"اور جب کسی بات کا پختہ ارادہ کر لیں تو اللہ پر ہی توکل رکھیں"۔

مشورہ کرنے کے بعد جب بندہ کسی کام کا ارادہ کر لے تو اللہ پر توکل کرتے ہوئے وہ کام کرنا رسول اللہ ﷺ کی مبارک سنت ہے۔ مقصود یہ ہے کہ بندے کا اعتماد اللہ کی ذات پر ہی ہونا چاہیے۔ یعنی ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ بندہ اپنے آپ کو عقل کل سمجھتے ہوئے کسی سے مشورہ نہ کرے اور جب کسی سے مشورہ کرلے تو اعتماد مشورہ پر نہیں ہونا چاہیے بلکہ اعتماد اللہ کی ذات پر ہونا چاہیے جو بندہ اللہ کی ذات پر اعتماد کرتا ہے اللہ اسے تنہا نہیں چھوڑتا۔

مَنِ انْقَطَعَ إِلَى اللَّهِ كَفَاهُ اللَّهُ كُلَّ مُؤْنَةٍ وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ، وَمَنِ انْقَطَعَ إِلَى الدُّنْيَا وَكَلَهُ اللَّهُ إِلَيْهَا

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے تو ہر مشکل میں اللہ تعالیٰ اسے کافی ہوگا اور اسے وہاں سے رزق دے گا جہاں اس کا گمان بھی نہ ہو اور جو دنیا پر بھروسہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسے دنیا کے سپرد فرما دیتا ہے"۔ (المعجم الاوسط: 3359)

صاحبو!

جس بدن کو تم سجا سجا کر رکھتے ہو۔۔۔۔جس پر تم زرق برق لباسوں کے غلاف چڑھاتے ہو۔۔۔۔جن سروں کو تم پیچ در پیچ عماموں سے مزین کرتے ہو۔۔۔۔جس رخ رونق کی زیب و زینت پر تم سینکڑوں خواہشیں لٹاتے ہو۔۔۔۔جن آنکھوں کو تم سرمگیں وجذب گیں رکھنے کے اہتمام کرتے ہو۔۔۔۔جس ماتھے کو تم پرکشش بنانے کے لیے جھومر سجاتے ہو۔۔۔۔کبھی سوچا ان کی سب رونقیں زندگی سے ہیں۔۔۔۔زندگی نہ ہو تو پھر آنکھ نہیں مٹی کا ڈھیلا ہے۔۔۔۔ماتھا نہیں لکڑی کی تختی ہے۔۔۔۔سر نہیں لخت سنگ ہے۔۔۔۔بدن نہیں، بوسیدہ ہڈیوں کا پنجر ہے اس لیے بناتے ہی ہو، سنوارتے ہی ہو اور زیب و زینت کے مشتاق ہی ہو، تو زندگی کو سنوارو۔۔۔۔اس کا میک اپ کرو۔۔۔۔اسے مزین کرو اور یاد رکھو کہ زندگی نہیں بنتی۔۔۔۔زندگی نہیں سنورتی۔۔۔۔زندگی نہیں آراستہ ہوتی اور زندگی کا چہرہ حسن کے غازہ سے نہیں چمکتا، بجز اس کے اسے اسلام کا غسل دو۔۔۔۔اسے اسلام کے رنگ میں رنگو اور اسے اسلام کے آب صافی سے دھو، پیارو! اسے ضائع نہ کرو۔۔۔۔اسے بے کشش اور مجبور نہ رکھو۔۔۔۔اسے بناؤ بناؤ، سلجھاؤ سلجھاؤ سلجھاؤ اور یہ فضول کاموں سے نہیں بنتی نہیں سلجھتی، اس کے حسن کا راز اسی میں ہے کہ اسے باخدا بناؤ اور با مصطفیٰ ﷺ بناؤ۔

گفتنی و ناگفتنی سے ایک اقتباس

منجانب: نائس بیکرز اینڈ سویٹس ہاؤس

ایں سعادت بزور بازو نیست

تفسیر "تبصرہ" کی آٹھویں اور نویں جلد کی تقریبِ رونمائی کا آنکھوں دیکھا حال

ڈاکٹر منظور حسین اختر

ابھی تھوڑی دیر پہلے ایک دوست کا فون آیا وہ حضرت مفکر اسلام، مفسر قرآن پیر سید ریاض حسین شاہ جی بارے کہہ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے شاہ جی کو کمال عزتوں سے نوازا ہے۔ وہ حیرت کا اظہار کر رہا تھا کہ چند ناعاقبت اندیش قسم کے لوگ جتنا شاہ جی کے خلاف اپنے خبثِ باطن کا اظہار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ شاہ جی کو اتنا ہی اونچا کر دیتا ہے۔ واقعی یہ کتنی خوشگوار حیرت کی بات ہے کہ اس دور میں اللہ تعالیٰ نے جو عزت و وقار شاہ جی کو عطا کیا ہے شاید ہی کسی کے مقدر میں یہ اعزاز آیا ہو۔ شاہ جی نے جب بھی گوشہ نشیں ہونے کا سوچا اللہ نے انہیں اتنا ہی منظر عام پر جلوہ افروز کر دیا۔ شاہ جی چھپتے رہے اللہ ان کے دامن سے لوگوں کو وابستہ کرتا رہا۔ حضرت قبلہ لالہ جی کی بات کب بھولی جاسکتی ہے کہ:

"میرے شاہ جی بہت اونچے ہیں"۔

واقعتاً شاہ جی بہت اونچے ہیں اور اونچوں کو وہی سمجھ سکتا ہے جس کی نظر اونچی ہو۔ گندے جوہڑوں اور نالیوں میں گند تلاش کرنے والے کی نگاہ کب اونچائی دیکھتی ہے۔

پانچ اگست پیر کا بابرکت دن کتنی سعادتیں سمیٹے ہوئے تھا۔ کچھ دن قبل اعلان ہو چکا تھا کہ پانچ اگست کو شاہ جی کی تفسیر "تبصرہ" کی آٹھویں اور نویں جلد کی رونمائی ہوگی۔ یہ تقریب عشاء کی نماز کے بعد ہونا تھی اور اس تقریب سے قبل یعنی مغرب کی نماز کے بعد ایک خالص روحانی اور تربیتی نشست کا اہتمام کیا گیا تھا جس کے لیے تمام سنگیوں کو خصوصی دعوت دی گئی تھی۔

یہ بھی شاہ جی کا اعزاز ہے کہ آپ کے اشارۂ ابرو پر لوگ جان قربان کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ اعلان کیا ہونا تھا لوگوں نے ملک بھر سے راولپنڈی کے لیے قصد سفر کر لیا۔ لاہور سے تقریباً 85 پرائیویٹ کاریں، پانچ بڑی بسیں، دو کوچز کے علاوہ سینکڑوں لوگ ریل گاڑی کے ذریعے راولپنڈی پہنچ گئے۔ کے پی کے، گلگت، سوات اور دیگر علاقوں سے بہت سے قافلے شریک انجمن ہو چکے تھے۔

مغرب کی نماز سے ایک گھنٹہ قبل ہم جب ادارہ پہنچے تو ادارے کا ہال بھر چکا تھا۔ حالانکہ ابھی مغرب کی نماز کو ایک گھنٹہ باقی تھا۔ لوگ جوق در جوق محفل میں شمولیت کے لیے ادارہ میں داخل ہو رہے تھے۔ مغرب کی نماز تک ادارہ کے ہال سمیت صحن وغیرہ تمام جگہ پُر ہو چکی تھی۔

آج کی دونوں تقاریب کی نقابت ہمیشہ کی طرح اس دور کے خوش قسمت ترین انسان حضرت علامہ شیخ محمد قاسم فرما رہے تھے۔ آپ ادارہ تعلیمات اسلامیہ راولپنڈی کے ڈپٹی ڈائریکٹر اور راولپنڈی امن کمیٹی کے ممبر ہونے کا اعزاز بھی رکھتے ہیں۔ شعلہ بیان مقرر، نکتہ سنج و معاملہ فہم نقیب اور خوبصورت لکھاری، تینوں خصوصیات اللہ تعالیٰ نے شیخ قاسم کو عطا کی ہیں۔ ایسا کیوں نہ ہو جو شاہ جی کے جتنا قریب ہوا اتنا ہی نوازا گیا اور شیخ قاسم تو پلے بڑھے ہی شاہ جی کے پاس۔ شاہ جی کے فیض کی بہت سی جہتیں انہیں حاصل ہیں۔ اللہ ان کا سایہ ہمارے سروں پر بھی قائم رکھے۔

مغرب کے بعد پہلی نشست خاص تربیتی نقطۂ نظر سے سجائی گئی تھی۔ شیخ قاسم کی نقابت کے موتی شاہ جی سے اخذ فیض کے قریب تر کر دیتے ہیں۔ شیخ قاسم نے حضرت قبلہ لالہ جی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے کیا خوب بات ارشاد فرمائی: لالہ جی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ

"میرے شاہ جی کے ہاتھوں وہی بیعت کرے گا جس نے جنت میں جانا ہوگا"۔

گویا شاہ جی کی غلامی جنت کے فیصلے ہیں۔

لوگو!

جنت کا راستہ مت بھولو۔

یہ آلِ رسول تمہیں جنت میں لے جانے کے لیے جلوہ فرما ہیں ان سنہری لمحات سے فائدہ حاصل کرو۔

یہ محفل خاص تربیتی محفل تھی۔ شاہ جی پُر رعب ہونے کے باوجود اپنی شخصیت پر شفقت کی چادر ہمیشہ آویزاں رکھتے ہیں۔ یہ ہم جیسے کم ہمت لوگوں کے لیے سامانِ مہربانی ہوتا ہے ورنہ شاید کسی آنکھ میں بھی اتنی سکت نہ ہو کہ وہ شاہ جی کے رخِ منور پر ٹک سکے۔

آج تو شاہ جی شفقت، مہربانی اور عنایات کا مرقع نظر آ رہے تھے، مجھے بار بار حضور ﷺ کی حدیث یاد آ رہی تھی کہ (مفہوم)

"لوگو! تم پروانہ وار آگ میں گر رہے ہو اور میں تمہیں کمر سے پکڑ پکڑ کر بچا رہا ہوں"۔

واللہ ایسا ہی محسوس ہو رہا تھا جیسے شاہ جی تڑپ کر کہہ رہے ہوں:

لوگو! میری بات سنو

اسے سمجھو

خواہ مخواہ میری مخالفت نہ کرو

دیکھو!!!

میں تمہیں امام الانبیاء کے قدموں میں لے جانا چاہتا ہوں۔

دیکھو باب العلم تو مولا علی کی ذات ہے!

ان کو چھوڑ کر حضور ﷺ تک کیسے پہنچو گے۔

آج شاہ جی بہت کریم، بہت شفیق اور امت مصطفےٰ ﷺ کے لیے بہت غمناک محسوس کیے جا سکتے تھے۔ کاش کوئی میرے شاہ جی کو سمجھ سکے۔

تربیتی سبق

تربیتی حوالے سے شاہ جی نے ارشاد فرمایا کہ

توحید، رسالت، حضور ﷺ کے خاتم النبیین ہونے پر ایمان لائے بغیر کوئی فلاح نہیں پا سکتا۔ ضروریات دین کی طرف توجہ دلاتے ہوئے شاہ جی نے ایک لافانی جملہ کہا۔ اگر شاہ جی کچھ اور نہ بھی کہتے تو یہ جملہ کئی تقاریر پر بھاری ہے، اس جملے کے آئینے میں آپ دورِ حاضر کے فتنوں کا علاج تلاش کر سکتے ہیں۔

شاہ جی نے فرمایا:

''ہم یاد رکھنے کی باتیں بھول جاتے ہیں اور بھولنے والی باتیں یاد رکھ لیتے ہیں''۔

شاہ جی کی دو نشستوں میں کی جانے والی تقریروں کے ہزاروں جملوں پر کون تبصرہ کر سکتا ہے جہاں ایک جملہ ہزاروں وعظوں پر بھاری ہو۔

کاش کوئی سمجھے!!!

آپ نے فرمایا کہ عقیدۂ توحید و رسالت کا تقاضا اللہ کا ذکر اور درود پاک کی کثرت ہے۔ عقیدۂ توحید ہمیں اللہ کے ذکر کی تلقین کرتا ہے اور عقیدۂ رسالت و خاتم المرسلین کا عقیدہ ہمیں حضور ﷺ کی ذات پر زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھنے کی تلقین کرتا ہے۔ فرمایا توحید و رسالت کے پیغام کو سمجھا نہیں گیا۔

عقیدۂ ختم نبوت پر کامل ایمان رکھنے کی تلقین کرتے ہوئے شاہ جی نے فرمایا:

''حضور ﷺ کو مان لینے کے بعد کسی اور کو نبی کیوں تسلیم کیا جائے۔ اللہ کو کیا جواب دو گے''۔

جملہ میں موجود درد، گہرائی اور فتنے کا رد آپ محسوس کر سکتے ہیں۔

توحید، رسالت، عقیدۂ خاتم النبیین کی تلقین کے بعد قرآن سے امت کا ناتا جوڑتے ہوئے فرمایا قرآن سیکھو، سکھاؤ، اپنی نسلوں کو ایمان دار بناؤ۔ جو لوگ قرآن کے خادم ہیں ان کو مان لو۔ اللہ کی کتاب کو دل سے تسلیم کرو۔ فرمایا دس بندے بھی ملیں تو ان کو قرآن پڑھاؤ۔

ایک خوبصورت سبق

صحبت بد سے بچنے اور اچھی صحبت اختیار کرنے کا تربیتی نکتہ بیان کرتے ہوئے شاہ جی نے شیخ سعدی کے حوالے سے ایک خوبصورت مثال اپنے سامعین کو عطا کی، فرمایا:

''بچھو کی پیدائش کے بارے شیخ سعدی نے فرمایا ہے کہ وہ اپنی ماں کے پیٹ کو اندر سے کھانا شروع کر دیتا ہے اور اس طرح پیٹ پھاڑ کر باہر نکلتا ہے۔ یعنی بچھو کی زندگی کا پہلا عمل ہی برائی ہوتا ہے وہ اپنی ہی ماں کو کاٹتا ہے جبکہ سانپ اپنے بچوں کو بھی کھا جاتے ہیں''۔

کیا خوبصورت سبق حاصل کرتے ہوئے شاہ جی نے فرمایا کہ جن کی زندگیوں کا پہلا عمل ہی برائی ہو ان سے اپنے آپ کو بچاؤ اور ان سے سنگت رکھو جن کی زندگیوں کے اعمال نیک ہوں۔

یہ تو مولا علی ہی ہیں جن کی زندگی کا پہلا عمل ہی زیارت رخِ والضحیٰ ﷺ ہے اور زندگی کا آخری جملہ ''فزت برب الکعبہ'' ہے۔۔۔۔

ایک خوبصورت حدیث

طبرانی کے حوالے سے شاہ جی نے ایک حدیث ارشاد فرمائی:

حضور ﷺ نے مولا علی کے بارے میں تین باتیں ارشاد فرمائی ہیں:

1۔ علی ایمان والوں کا امام ہے

2۔ علی تقویٰ والوں کا امام ہے

3۔ علی قیامت والے دن روشن چہرے والوں کا امام ہے۔

روحانیت کو ماننے والوں کے نام ایک نصیحت فرماتے ہوئے شاہ جی گویا ہوئے:

''سلسلوں والے لوگ تمام صحابہ کو مانتے ہیں۔ صحابہ کرام کا احترام دل سے کریں ان کی گستاخی نہ کریں۔ خلفاء راشدین کا اپنا مقام ہے۔ کیا حضرات علی، عمار بن یاسر، سلمان فارسی، مقداد، ابن مسعود، زید بن حارثہ، اسامہ بن زید و دیگر (رضی اللہ عنہم) صحابہ نہیں ہیں؟ ہم حضور ﷺ کے ہر صحابی کو مانتے ہیں''۔

ایک معرکۃ الآراء و معروف حدیث:

اپنی اولاد کو تین باتیں سکھاؤ:

۱۔ اپنے نبی کی محبت

۲۔ اپنے نبی کی آل کی محبت

۳۔ تلاوت قرآن

جیسا کہ اپنے ہر سنگی کے لیے شاہ جی کی تلقین ہے کہ ہر سنگی روزانہ تین کام ضرور کرے۔ اللہ کا ذکر، تلاوت قرآن اور درود شریف۔

ایک مرتبہ پھر آج کی محفل میں یہ سبق اپنے سنگیوں کو یاد دلایا گیا۔

فرمایا اپنے وجود میں اپنے نبی کا حصہ رکھو! درود پڑھ کر اور درود میں حضور ﷺ کی آل کا حصہ رکھو یعنی درود میں ان کا ذکر بھی کرو، جیسا کہ ایک حدیث کا مفہوم ہے ''مجھ پر دم بریدہ درود نہ پڑھو''۔

فکرِ آخرت

وہ راہبر ہی کیا جو اپنے سننے والوں کی آخرت کا اہتمام نہ کرے۔ ہمیشہ کی طرح اس مرتبہ بھی شاہ جی نے اپنے سننے والوں کی توجہ آخرت کی طرف دلائی اور فرمایا:

''اپنی قبر کی فکر کرو۔ اپنے پچھلوں کی فکر نہ کرو۔ اللہ ان سب کا وارث ہے، اپنی عاقبت کی فکر کرو۔ زندگی میں اللہ و رسول ﷺ کو راضی کرو''۔

دشمنان اسلام کے فتنوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شاہ جی نے فرمایا کہ عیسائی مسلمان بن کر نقب زنی کر رہے ہیں۔ ان سے ہوشیار رہیں۔ اپنے دشمن کی پہچان کریں۔ فرمایا: امہات المومنین کا ادب کریں حضور ﷺ کی امہات مومنوں کی مائیں ہیں۔

گویا ہر وہ فتنہ جو اس وقت مسلمانوں کے وجود کے لیے خطرہ ہے شاہ جی نے اس کی طرف اشارہ کر کے اس کا ردّ پیش کر دیا اور مسلمانوں کو اتفاق و اتحاد سے دورِ حاضر کے فتنوں کا مقابلہ کرنے کا سبق دے دیا۔

''کاش ترے دل میں اتر جائے مری بات''

تقریبِ رونمائی کی دوسری نشست

عشاء کے بعد تفسیر تبصرہ کی آٹھویں اور نویں جلد کی رونمائی کی تقریب تھی۔ پہلی نشست کے بعد فوراً عشاء کی نماز ادا کی گئی ساتھ ہی دوسری نشست کا آغاز ہو گیا۔

پروفیسر عرفان جمیل

پہلا خطاب پروفیسر عرفان جمیل کا تھا۔ مزے کی بات یہ ہے کہ پروفیسر عرفان جمیل مسلک اہل حدیث سے تعلق رکھتے ہیں لیکن شاہ جی کی تفسیر پر ان کے الفاظ ایسے تھے کہ ان کو من و عن شائع کرنا ہی قرین انصاف ہے۔ آپ خود دیکھ لیجیے کہ حرف حرف موتی ہے اور جملہ جملہ دریا ہے۔ اسی خوبصورتی کو قارئین کے پیش نظر رکھنے کے لیے آپ کا خطبہ لفظ بہ لفظ پیش کیا جا رہا ہے:

دن دہاڑے ہیروشیما اور ناگا ساقی پر ایٹم بم گرائے گئے

عمارتیں، درخت، پرندے، پھل، پھول، انسان اور موجود دھوئیں میں تحلیل ہو گئے۔

آنکھ ہی نہ بچی جو دیکھتی۔

اندھیرے سے اندھیرے تک صرف معدوم

اس اندھیرے کی کیفیت 1945ء سے آج تک کوئی بیان نہ کرسکا۔

تلاوت ''ومن شر غاسق اذا وقب'' پر پہنچی تو مفسر چھنا کے سے روشنی میں آ کھڑا ہوا۔

نیا تجربہ، نیا زاویہ، نئی دنیا، نیا جہاں

تداول ایام نے قرآن کی رفعتوں کا سایہ ہی پایا تو ہر آیت پر نیا جہاں روشنی بنے گا۔

پہلی حیرت کم نہ ہوگی کہ نئی حیرت جگمگا دے گی پر کیا بریلوی، دیوبندی، شیعہ اور اہل حدیث مفسر بھی یوں ہی فیض یاب ہوگا۔ پیروں اور مشائخ کے رحل پر پڑا قرآن حنفیت، شافعیت، حنبلیت، مالکیت اور جعفریت سے بلند کا اذن دے گا جبکہ ہندوستان کے ایک ترجمے کے تبصرے پر دیباچے میں کہا گیا کہ اللہ ربّ العزت کا لاکھ شکر ہے کہ اس کی توفیق سے اردو میں پہلا حنفی ترجمہ اشاعت پذیر ہوگیا ہے۔

کیا آپ اس الزام پر رنجیدہ نہیں ہوں گے کہ اس قرآن کا نازل کرنے والا اپنے بندوں کو حنفی ترجموں، شافعی تفسیروں، حنبلی تشریحوں اور مالکی تفہیم کی توفیق عطا فرماتا ہے۔

حضرات اصل توفیق اور حقیقی تائید مسالک کا قفل کھول کر آزادیِ علم کے تنبو نیچے بیٹھ کر حاصل ہوتی ہے۔

چاروں طرف سے معطر شبنمی ہوا کے جھونکے ذہن، دل، طبیعت اور میلان کو کشادہ فکر کا عطیہ بخشتے ہیں۔ مفکر متقی نہ ہو تو جو چاہے کہے جو چاہے لکھے۔

تقویٰ ہو تو قلم پھسلنے نہیں دیتا۔ دیانت خود قلم بن جاتی ہے۔

صادق اور امین پر اترنے والا جلالت مآب کلام تقویٰ کے بغیر پڑھا بھی نہیں جاسکتا کجا سمجھا جاسکے۔

متقی جانتا ہے کہ جن اعراب سمیت قرآن لوح محفوظ سے ملک امین کے ذریعے رسول امین کے قلب مبین پر نازل ہوا۔ اس کی حساسیت اور لطافت و نزاکت ترجمے کی بھی متحمل نہیں ہوسکتی۔ سومتعین عربی کلام خود ہی اپنا ترجمان ہو تو ہو۔

زبانوں میں انتقال مفہوم کما حقہ کے میزان پر اترنے سے انکاری ہے۔ سو درویش متقی یہاں تبصرے سے کام لیتا ہے۔ تبصرہ تو جائز ہی نہیں مستحسن بھی ہے کہ بصارت اور بصیرت والوں کو یوں خطاب ہوا:

افلا تبصرون

بہت سعد اور مبارک لمحہ ہوگا جب یہ خیال روحِ افزا اترا ہوگا کہ قرآن کی خدمت کو تبصرہ کا نام دیا جائے۔

بے حد لطیف اور نازک ترین کشف ہے۔ رجوع کریں وہ جو کہتے ہیں پیروں پر کشف نہیں ہوتے۔

ریاض حسین پر ہوا ہے

سو ایک ہی جست میں مفسر قرآن، مفکر اسلام علامہ پیر سید ریاض حسین شاہ ہوگئے۔

یہ رتبہ بلند جس کو مل گیا

سیدۃ النساء کا بیٹا ہو

حسین کی اولاد ہو

توحید کا پرچارک ہو

رسالت کی لطافتوں کا معید

اہل بیت کا سفیر

حدیث کا ناصر

اور علم و درک کی روایت کا سچا امین

ایسے نابغہ سے صداقت فہم کی ایسی ہی توقع کی جا سکتی ہے جو ہم نے قبلہ شاہ جی سے کی ہے۔

شاہ جی ایک صاحب اسلوب ادیب ہیں

لفظ سے رومانس کرتے ہیں

جملوں کی ساخت، نشست، برتاؤ، عقیل معارف، تمجید مضمون، تجدید کرانی، اجمال بیان کے پہرہ دار ہیں مگر اپنے اسلوب کو قرآن کی جلالت پر نثار کرتے چلے جاتے ہیں۔ وہ لفظ کی تہہ داری کی بجائے اعلان مقصود پر یقین رکھتے ہیں۔

والیل اذا یغشھا

''قسم ہے رات کی جب ڈھانپ لے''

والیل اذا یغشی

''قسم ہے اس رات کی جب وہ چھا جائے''

والیل اذا سجیٰ

''قسم ہے اس رات کی جب وہ خوب چھا گئی''

شاہ صاحب نظر بالغہ کی چند مثالیں ہیں جو مواقع مخصوص پر نتائج مخصوص دریافت کرتے ہیں۔ اسی طرح ''وما ادراک'' جہاں جہاں آیا ہے۔ اس کے نفس نزاکت کے موضوع تک پہنچے ہیں۔

وما ادراك ما القارعه

''اور آپ تخمینے سے کیا جانے کہ وہ دہلا دینے والی کڑک کیا ہے''۔

وما ادراك ماليلة القدر

''اور آپ نے کیا جانا شب قدر کیا ہے''

وما ادراك ما الحطمة

''تم کیا جانو کہ وہ بکھیر کر رکھ دینے والی چیز کیا ہے''

وما ادراك ماهيه

''تو کیا جانے کہ وہ کیا ہے''

وما ادراك ما العقبة

''اور آپ تو خوب جانتے ہیں کہ وہ گھاٹی کیا ہے''

شاہ صاحب نے مختلف مواقع کے مطلوب کو باریکی اور زیرکی سے منکشف کیا ہے۔ قرآن کے سچے قاری اور محب نے تراجم آیات میں جب اپنے فہم کے جوہر دکھائے ہیں قرآن کی روح تک اپنی بھرپور رسائی کا کمال آشکار کیا ہے تو تبصرہ کا کیا عالم ہوگا۔

مفسر قرآن، مفکر اسلام، حضرت علامہ سید ریاض حسین شاہ کا تبصرہ، فقہوں، مسالک، مذاہب، سلاسل اور گدیوں کی مہر میلان، نسبتوں اور علاقہ سے بلند، رفیع اور اونچا ہے۔ تحریر میں روانی، انسیت، وارفتگی، دین کا سچا درک، اظہار میں اخلاص اور جاں نثاری کے عناصر اپنا جلوہ دکھا رہے ہیں۔

شاہ جی اپنے اجلے من کے اجالے میں آج پھر ہمارا افتخار بنے ہیں۔

آپ کو ہم سب مریدین، معتقدین، محبّین، سامعین ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں۔ شاہ صاحب اس سعادت پر دلی مبارک۔

ڈاکٹر محمد آصف ہزاروی

دوسرا خطاب شاہ جی کے استاد محترم حضرت مولانا عبد الغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے حضرت ڈاکٹر محمد آصف ہزاروی کا تھا، جنہوں نے بلاخوف ''لومۃ لائم'' ایسی حقیقتیں آشکار کیں کہ ابھی تک وہ جملے سوشل میڈیا کی زینت بن چکے ہیں۔

ڈاکٹر ہزاروی نے فرمایا جہاں بھی حیدر حیدر کے نعرے لگ رہے ہیں یہ سب ادارہ تعلیمات اسلامیہ کا ہی فیضان ہے۔ یہ شاہ جی کی تربیت ہے۔ آپ نے کہا کہ تفسیر تبصرہ اتنی اونچی تفسیر ہے کہ اس پر تبصرہ کرنے کی ہم اوقات ہی نہیں رکھتے۔ انہوں نے کہا کہ ساتویں جلد تک مجھے پڑھنے کا اتفاق ہوا تو سات جلدوں میں شاہ جی نے 4434 حوالہ جات نقل کیے ہیں۔ جس میں 60 تفاسیر کی کتابوں کے حوالے ہیں۔ (شاہ جی کے مطالعہ کی وسعت محسوس کی جاسکتی ہے) 9 عدد حوالے لغت کی کتابوں کے ہیں۔

ڈاکٹر آصف ہزاروی نے کیا خوب بات کہی کہ تفسیر تبصرہ کو اتنا عروج کیوں نہ ہو اس لیے کہ یہ علی علیہ السلام کے بیٹے نے لکھی ہے جو باب العلم ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہر عالم دنیا میں آ کر عالم بنتا ہے لیکن سید ماں کے پیٹ سے ہی سید ہوتا ہے۔ شاہ جی کی شخصیت کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ شاہ جی کے رتبے کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا۔ ایک تاریخی حوالے سے دلیل دیتے ہوئے ڈاکٹر آصف نے کہا کہ ہمارے دادا مولانا عبدالغفور ہزاروی اور مولانا محمد عمر اچھروی کے بارے کہا جاتا تھا کہ وہ دونوں حضرات ''کتوں'' کی بولی جانتے ہیں۔ ڈاکٹر ہزاروی نے کہا کہ اس دور میں ''کتوں'' کی بولی شاہ جی جانتے ہیں۔

ڈاکٹر سید طاہر رضا بخاری

شبنمی لہجہ رکھنے والے سیکرٹری اوقاف ڈاکٹر سید طاہر رضا بخاری پر آج جوش محبت حاوی تھا۔ آپ ولولہ انگیز خطاب کر رہے تھے۔ جسم کے انگ انگ سے اظہار عقیدت ہو رہا تھا۔ جوش وجذبے کے ساتھ فرما رہے تھے میرے شاہ جی نظر اٹھائیں تو لوگوں کے گناہ دھل جاتے ہیں۔ شاہ جی اللہ کے ذکر کے ساتھ تعلیمات اخلاق سکھاتے ہیں۔ شاہ جی کے در سے عاجزی، نیاز مندی، تزکیہ وطہارت سیکھا جا سکتا ہے۔ سامعین کو خوبصورت تلقین کرتے ہوئے کہا: ''آج کل الحاد کا خطرہ ہے۔ ایمان بچانا چاہتے ہیں تو اپنے بچوں کو لے کر شاہ جی کی خدمت میں آ جائیں۔ پرانے بزرگوں کی علمی وعملی روایات شاہ جی کے پاس نظر آتی ہیں۔ خانوادوں کے ساتھ تعلق مضبوط کریں اور قرآنی فلسفہ کو عملی جامہ پہنانے کے لیے شاہ جی کی خدمت میں حاضری دیں۔

صاحبزادہ عثمان غنی نے ایک جذبات سے بھرپور اور معنیٰ خیز منقبت خوبصورت انداز میں پیش کی جسے حاضرین نے بہت سراہا۔

تقریب میں شاہ جی قبلہ کے دونوں چاند حضرت پیر سید فیصل ریاض حسین شاہ جی اور حضرت پیر سید نعمان ریاض شاہ جی اور حضرت پیر سید عبداللہ شاہ جی، حضرت پیر سید سجاد گیلانی شاہ جی اور حضرت پیر سید ضیاء الحق گیلانی شاہ جی رونقیں تقسیم کر رہے تھے۔

تقریب کی صدارت دیوان احمد مسعود چشتی نے کی جبکہ مہمانان گرامی میں الحاج پیر شمیم صابر صابری، پیر سید مخدوم عباس شاہ ہمدانی، پیر سید ناصر سلطان شاہ مشہدی، پیر سید شاہ محمد کمال کاظمی، پیر سید حیدر علی شاہ بخاری، صاحبزادہ پیر سید عامر حسین گیلانی قادری، علامہ مفتی چمن زمان نجم القادری، علامہ ڈاکٹر پروفیسر محمد آصف ہزاروی، پروفیسر محمد عرفان جمیل، ڈاکٹر حمزہ مصطفائی، پروفیسر بہاؤ الدین نقشبندی اشرفی، مفتی لیاقت علی، علامہ رضوان انجم، علامہ رضوان یوسف، جرمنی سے علامہ حسنات احمد مرتضیٰ، مفتی ذیشان احمد حسان، علامہ نعیم عصمت، انگلینڈ سے عبدالرزاق ساجد، محمد نواز کھرل، غلام مرتضیٰ سعیدی، طاہر انجم، قاری پروفیسر محمد مشتاق انور، الحاج غلام زین العابدین سعیدی، ڈاکٹر سرور حسین نقشبندی، غلام طاہر حزیں، محمد عدنان فاطمی کے علاوہ ملک بھر سے مشائخ عظام، علمائے کرام، ثنا خوان رسول کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔

شیخ علامہ قاسم نے جوش وجذبے سے حیدر حیدر کی صدائیں بلند کرتے ہوئے شاہ جی قبلہ کو دعوت خطاب دی تو جیسے کسی نے فضا پر خاموشی کی چادر اوڑھا دی ہو، ہر شخص ہمہ تن گوش ہو کر شاہ جی کے میٹھے میٹھے اور موتیوں جیسے الفاظ سننے کی طرف متوجہ ہو گیا۔ شاہ جی قبلہ نہایت عاجزی و انکساری کے ساتھ محو گفتگو ہوئے آپ نے مختلف مہمانوں کا نام لے لے کر انہیں خوش آمدید اور تشریف لانے پر شکریہ ادا کیا۔ شاہ جی نے فرمایا کہ یہاں تشریف لانے والے جید علماء و مشائخ میں سے ہر شخصیت اس قابل ہے کہ میں نام لے کر انہیں عزت و احترام سے خوش آمدید کہوں۔ یہ علماء و مشائخ میری طاقت ہیں میرے بازو ہیں۔ فرمایا میں نے ساڑھے چار سال کی عمر میں پہلی تقریر کی تھی۔ اب شوق کا دیا اور کتنا جلاؤں؟ یعنی تقریریں کرنے کا کچھ شوق باقی نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ اللہ کا فضل ہوا کرتا ہے بعض اوقات اللہ چھوٹوں سے بڑے بڑے کام لے لیتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک قول نقل کرتے ہوئے شاہ جی نے فرمایا کہ مولا علی کا ارشاد ہے کہ اگر حق و باطل کی جنگ لگی ہو اور تم خاموش رہو، یعنی دونوں جانب کو راضی رکھو، دونوں کشتیوں میں قدم رکھ دو، دونوں طرف کے لوگوں کو راضی کر لو، تو ہو سکتا ہے کہ تمہاری زندگی آسان ہو جائے۔ شاہ جی نے وضاحت فرمائی کہ جیسا قرآن نے فرمایا ''قل تمتعوا'' کرلو عیاشیاں، منفعتیں لوٹ لو۔ کیا یہ زندگی ہمیشہ اسی طرح رہے گی؟

شاہ جی نے فرمایا کہ میری تعلیم صرف یہی نہیں ہے کہ تم صرف حیدر حیدر ہی کرو بلکہ میری تعلیم یہ ہے کہ تم سب سے پہلے نعرۂ تکبیر لگاؤ، نعرۂ رسالت لگاؤ، اسلام زندہ باد کا نعرہ لگاؤ اور خلافت راشدہ زندہ باد کا نعرہ لگاؤ اور پھر جتنا جی چاہے حیدر حیدر کرو۔ شاہ جی نے خود نعرہ خلافت لگوائے اور فرمایا میں نعرہ خلافت کہوں تو تم کہنا ''خلافت راشدہ زندہ باد''۔

شاہ جی کے خطاب کے اس پہلے حصے سے ہی شاہ جی کے افکار کی جھلک مل جاتی ہے وہ لوگ جن کی عقل میں شاہ جی کے افکار نہیں آ رہے اور جو شاہ جی کے ذکر علی کو خلفاء ثلاثہ کے خلاف سمجھنے کی سنگین غلطی کر رہے ہیں ان کے لیے شاہ جی کے یہ الفاظ دعوت فکر ہیں۔ خود غور کریں اللہ رسول خلفاءِ راشدین اور پھر حیدر حیدر،،، بتایئے اس میں کیا مضائقہ ہے، اس پر بھی کیوں قدغن لگائی جا رہی ہے، اس پر کیسا اعتراض؟ کیا اسے ہی ناصبیت نہیں کہا جائے گا؟ کیا اسے ہی بغضِ علی نہیں کہا جائے گا۔ اللہ ہی ہدایت دینے والا ہے۔

شاہ جی نے فرمایا کہ عزتیں دینے والی ذات اللہ کی ہے یہ کسی کے روکنے سے رکتی نہیں، اللہ جس کو عزت دینا چاہے کوئی اسے روک نہیں سکتا، یزید 22000 کے لشکر کے ساتھ بھی ذلیل ہو گیا اور امام حسین علیہ السلام 72 نفوس کے ساتھ بھی معزز ہو گئے۔ خوبصورت مثال کے ذریعے ایک حسین سبق دیتے ہوئے فرمایا:

''دو قسم کے دیے ہیں: ایک حق کا اور ایک باطل کا، پھونک مار کر باطل، یہود کا دیا بجھا دو اور حیدر حیدر کے نعرے لگا کر حق کا دیا روشن کرو''۔

فرمایا: میں نے کبھی گالی دینے والوں بلکہ اپنے خلاف فتوے دینے والوں کو بھی کبھی جواب نہیں دیا۔ گالی گلوچ ہمارا طریقہ ہی نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کتابیں کیوں نہیں پڑھنے دیتے شاید یہ وجہ ہو کہ مولا علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ جس نے گالی گلوچ کی طرف جانا ہے وہ اُدھر چلا جائے اور جس نے ادب اور شائستگی کی طرف آنا ہے تو ادھر ہماری طرف آ جائے۔ بدگوئی کرنے والوں سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔

شاہ جی نے فرمایا کہ ہم خلافت راشدہ زندہ باد کا نعرہ لگاتے ہیں۔ ہم کسی کی توہین برداشت نہیں کرتے۔ حضرت مفکر اسلام نے اپنے افکار کے درست ہونے کی دلیل دیتے ہوئے فرمایا کہ میں ہمیشہ پانچ سال پہلے بات کرتا ہوں لیکن افسوس تم پانچ سال بعد میری بات سمجھتے ہو۔ پہلے تم بات سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کرتے۔ بنگلہ دیش

میں حالیہ انقلاب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شاہ جی نے فرمایا کہ ہمارے ایک جرنیل نے بنگلہ دیش کے حالات پر پریس کانفرنس کرتے ہوئے کہا کہ ہماری جنگ خوارج سے ہے۔ انہوں نے ایسا کیوں کہا، خوارج سے کیا مراد ہے؟ شاہ جی نے وضاحت فرماتے ہوئے کہا کہ خوارج سے یہود مراد ہیں، یعنی اسرائیل مراد ہیں۔ شاہ جی نے فرمایا کہ جرنیل نے تو Diplomatic زبان میں خوارج کہا لیکن میری زبان Muslimatic ہے، میں تو کھری بات کروں گا کہ ہماری جنگ اسرائیل سے ہے۔ اسرائیل کا نام لینا مسلمان ممالک کے لیے مشکل ہے، اس لیے میں تمہیں پانچ سال قبل سے ہی کہہ رہا ہوں کہ حیدر حیدر کرو گے تو انشاء اللہ کفر کے تالے ٹوٹ جائیں گے۔ یہود کا مقابلہ ذکر علی ؓ، محبت علی ؓ سے ہی ہو سکتا ہے۔ یہود نام علی ؓ سے ہی خائف ہوتا ہے۔

عالمی اکانومی پر تبصرہ کرتے ہوئے شاہ جی نے فرمایا کہ اس وقت امریکہ یہودیوں کا 34 کھرب ڈالرز کا مقروض ہے، ان کے اکانومسٹ پریشان ہیں کہ ان کی اکانومی کہاں جائے گی۔ سامعین کو ناامیدی سے بچاتے ہوئے فرمایا کہ انشاء اللہ! میری قوم جاگ جائے گی انہیں علم ہو جائے گا کہ ان یہودیوں نے امریکہ جیسے ملک کو پریشان کر دیا ہے، وہ اپنے پیسے کے ساتھ تمہیں بھی پریشان کرنا چاہتے ہیں لیکن یاد رکھنا کسی تلوار میں اتنا زور نہیں کہ یہودیوں کا منہ توڑ سکے یہ طاقت صرف اور صرف ''ذوالفقار'' میں ہے۔

یہ مشائخ عظام جو یہاں تشریف فرما ہیں یہ اپنے اپنے آستانوں کے بادشاہ ہیں۔ لاکھوں لوگ ان کے پیچھے چلتے ہیں۔ اگر ان تمام مشائخ سے پوچھا جائے کہ آپ کی تربیت کے پیچھے کون ہے تو تمام کا جواب علی ؓ ہی ہوگا، کیونکہ حقیقتاً ہر ولی کے پیچھے مولا علی ؓ ہی ہیں۔ آج فوج سے آواز آ رہی ہے کہ ہماری جنگ خوارج سے ہے تو علم ہونا چاہیے کہ خوارج کے دروازے توڑنے والا کون ہے، خوارج کے سازشی جال توڑنے والا کون ہے تو وہ علی ؓ ہی ہیں۔ حیدر حیدر حیدر

شاہ جی نے ذہنوں پر دستک دیتے ہوئے فرمایا: میں تمہیں چرچل، مسولینی، بُش، یہود و نصاریٰ کا نعرہ نہیں دے رہا بلکہ میں تو تمہیں وہ نعرہ دے رہا ہوں جس سے کفر کانپتا ہے، جس سے یہود خوفزدہ ہوتے ہیں۔ حیدر حیدر حیدر!!!

معاشرے کی ایک پستی، بے وفائی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شاہ جی نے کیا خوبصورت بات ارشاد فرمائی کہ مولا علی ؓ کا قول ہے کہ جس کے ساتھ احسان کرو اس کے شر سے محفوظ ہونے کی کوشش کرو''۔ شاہ جی نے اپنا کڑوا تجربہ بتایا کہ افسوس میرے ساتھ ایسا ہی ہوا۔

لوگوں میں ایک بہت بڑی غلط فہمی کا ازالہ کرتے ہوئے شاہ جی نے فرمایا کہ مردِ حق اگر اکیلا بھی ہو تو مردِ حق ہی ہوتا ہے، حضور نبی کریم ﷺ طائف میں جب اکیلے تھے تو بھی امام الانبیاء ہی تھے۔

گویا لوگوں کا جم غفیر ساتھ ہو یا نہ ہو مردِ حق کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا:

''جاتا ہے جدھر بندہ حق تُو بھی ادھر جا''

اندھیرے جتنے ہی زیادہ ہو جائیں نورِ سراج منیر بن کر پھر بھی چمکتا ضرور ہے۔

اب آیئے! شاہ جی کے اس قول کی طرف کہ اگر اسے بغیر کسی تعصب کے سمجھا جائے تو ہر ایک مخالفت ختم ہو سکتی ہے اور ہم تمام مسلمان بحیثیت قوم اتفاق و اتحاد کے ساتھ اپنے دشمن کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔

شاہ جی نے فرمایا کہ میرا مقابلہ انٹرنیشنل طور پر ان کاٹنے والے بچھوؤں سے ہے جو ہر دور میں مسلمانوں کو کاٹتے رہتے ہیں اور ان کے ڈنگ کا میں نے تریاق تلاش کیا ہے کہ حیدر کرار کا جذبہ اگر ہماری قوم میں پیدا ہو جائے تو یہود کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔

دردمندانہ لہجہ میں شاہ جی نے فرمایا کہ میں یہود کے خلاف بولتا ہوں تو کچھ لوگ میری باتوں کو اپنی ذات کی طرف کھینچ لیتے ہیں۔

تمام مخالفین کے ذہنوں پر شفقت کے ساتھ دستک دیتے ہوئے شاہ جی نے فرمایا کہ سوہنیو!!! ہم ایک دوسرے کے مخالف نہیں بلکہ ہم سب کے مخالفین یہود ہیں۔ ہمیں مل کر یہود کا مقابلہ کرنا ہے۔

اسماعیل شہید کی شہادت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شاہ جی نے فرمایا کہ ایک ملک کی سیکورٹی کے اندر ایک پوری تحریک کے سربراہ کو اسرائیل نے میزائل مار کر شہید کر دیا۔ اب بھی تمہیں حیدر حیدر کرنے کی ہوش نہیں آئی۔

یہود کے خلاف قوم کو تیار کرتے ہوئے حضرت نباض قوم نے فرمایا کہ اپنے مذہب، اپنے دین اور اپنے ملک کو کبھی نہ بھولنا۔

مزید ایک غلط فہمی کا ازالہ کرتے ہوئے شاہ جی نے بات سمجھائی کہ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اعظم، حضرت عثمان غنی تو ہمارے آئیڈیل ؓ ہیں لیکن چونکہ اس وقت ہمارے دشمن کا ناطقہ علی علی کرنے سے بند ہوتا ہے اس لیے وقت کا تقاضا ہے کہ ہم علی علی کریں۔ حیدر حیدر کرنے سے مسلمان قوم کی مشکلات حل ہوتی ہیں۔ دشمن پسپا ہوتا ہے۔

شاہ جی نے فرمایا کہ اللہ اللہ بھی ہم کراتے ہیں اور اللہ کے محبوب بندے علی کا ذکر بھی ہم ہی کراتے ہیں۔

حساس اور دردمند دل کی صدا سامعین کے سامنے رکھتے ہوئے شاہ جی نے فرمایا کہ ہر علم رکھنے والے شخص اور تنظیمات کو سمجھنا چاہیے کہ یہود مسلمانوں کو تباہ کرنا چاہتے ہیں۔

قرآن پاک کی آیت کی طرف تفسیری اشارات فرماتے ہوئے شاہ جی نے کہا کہ **اقترب للناس حسابھم و ھم فی غفلۃ معرضون** ''لوگوں کا حساب قریب آ گیا ہے اور یہ غفلت میں پڑے ہیں''۔ کھنکھناتی اور گرج دار آواز میں مسلمانانِ عالم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ مسلمانو! تمہارا حساب ہو رہا ہے، حکمرانو! تمہارا حساب ہو رہا ہے۔ قیامت والے دن تو ہو گا ہی لیکن آج بھی احتساب ہو رہا ہے۔ تم کیا کر رہے ہو؟ آج ایسا راہبر کون ہے جو یہودیوں کے پیسے پر نہ بکے، جو یہود کے آگے نہ جھکے، تو پھر ہمارے دل کی دھڑکنیں حیدر حیدر ہی کرتی ہیں۔

ایک مرتبہ پھر اپنا زخمی دل سامعین کے سامنے رکھتے ہوئے مفکرِ اسلام نے فرمایا کہ ''بجائے اس کے کہ تم یہود کے خلاف کمک پیدا کرو تم پرانے جھگڑوں میں ہی الجھے ہوئے ہو، ایک دوسرے کے خلاف ہی فتوے بازی سے باز نہیں آتے۔ یہودی تمہارے سر پر آ کر کھڑے ہو چکے ہیں۔ حکومتیں تسلیم کر رہی ہیں کہ ہماری جنگ خوارج کے خلاف ہے۔

شاہ جی کا ایک خوبصورت جملہ سنیں

''حیدر حیدر ہم کریں گے اور گاڑی تمام مسلمانوں کی چلے گی''۔

گویا یہ تحریک صرف شاہ جی کی نہیں پوری ملت اسلامیہ کی ہے۔

سامعین کی توجہ قرآنی آیت کی طرف پھیرتے ہوئے کہا کہ غفلت ایک جرم ہے ''غفلۃ معرضون'' ایک غفلت اور ایک اعراض، منہ بھی پھیر لینا۔ اے علمائے حق! حیدر حیدر سے منہ کیوں پھیرے بیٹھے ہو، حیدر حیدر کرو اللہ کی مدد نازل ہوگی۔

بقیہ: صفحہ نمبر 37 پر

پیرس کی مساجد اور مسلمان

ڈاکٹر محمد اظہر نعیم

سال رواں کے جولائی اور اگست کے تین ہفتے پیرس میں گزارنے اور وہاں مسلمانوں کے حالات قریب سے دیکھنے کا موقع میسر آیا۔ اسی تناظر میں قارئین دلیل راہ کی خدمت میں یہ تحریر پیش ہے)۔

''روشنیوں کا شہر'' پیرس فرانس کا شاہانہ اور شاندار دارالحکومت ہے۔ شمال وسطی فرانس میں دریائے سین کے کنارے واقع ملکی آبادی کا سب سے بڑا شہر ہے۔ دنیا کے مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد خصوصاً بین الاقوامی سیاحوں اور تاجروں کے لیے اس میں بہت کشش ہے۔ فرانس کی ثقافت اور تاریخ کی اہمیت کے ساتھ ساتھ پیرس میں مشرقی فن تعمیر کی موروثی قدیم خصوصیات ہیں۔ لیکن آج ہم جس موضوع پر قلم اٹھا رہے ہیں وہ ہے ''پیرس کی مساجد اور مسلمان''۔ ایک اندازے کے مطابق، براعظم یورپ میں فرانس مسلمانوں کی دوسری سب سے بڑی کمیونٹی کا گھر ہے۔ اس ملک کا دوسرا سب سے بڑا مذہب اسلام ہے وکی پیڈیا کے مطابق مسلمانوں کی تعداد 30 لاکھ سے 57 لاکھ تک ہے جو کہ پوری آبادی کا تقریباً 4-10٪ ہے۔ فرانس کے سرکاری اعداد وشمار کے مطابق ملک میں مسلمانوں کی تعداد 40 لاکھ سے 70 لاکھ کے درمیان ہے۔ تاہم حقیقی تعداد 55 لاکھ کے قریب ہے۔ ان میں سے 30 لاکھ سے زاید صوم وصلواۃ کے پابند مسلمان ہیں۔ فرانس میں مسلمانوں کی اصل تعداد معلوم کرنا اس لیے مشکل ہے کہ ملک کا قانون نسل یا مذہب کی بنیاد پر کسی طبقے کی مردم شماری کی اجازت نہیں دیتا۔ فرانس بھر میں مسلمانوں کی بڑی آبادی کی وجہ سے ملک کے مختلف حصوں میں متعدد مساجد قائم کی گئی ہیں فرانس میں 2016ء میں رجسٹرڈ مساجد کی تعداد 2200 تھی اور ان کے علاوہ کئی ایک غیر رجسٹرڈ چھوٹی مساجد تھیں جو رجسٹرڈ نہیں کی گئیں تھی اور مساجد کی تعمیر گزشتہ سالوں میں بڑھی ہے۔ فرانس کے دارالحکومت پیرس کی بلدیہ میں اسلامی کونسل کے چیئرمین اور مسجد الکبیر کے امام دلیل ابو بکر الجزائری کا کہنا ہے کہ فرانس میں دو سال کے دوران مساجد کی تعداد دوگنا ہوئی ہے۔ انہوں نے تجویز پیش کی کہ فرانس میں ویران گرجا گھروں کو مساجد میں تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ یہاں پر 2500 مسلمانوں کے لیے صرف ایک مسجد ہے حالانکہ ہزاروں کی تعداد میں سالانہ کی بنیاد پر گرجا گھر خالی ہو رہے ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ فرانس میں مسجدیں آباد اور چرچ ویران ہو رہے ہیں۔

فرانس کے علاقے بوزانسی میں ایک مسجد کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ مسجد مشہور مسلمان سپہ سالار صلاح الدین ایوبی کے دور میں 12 ویں صدی عیسوی میں تعمیر کی گئی تھی۔ صلاح الدین ایوبی کے دور میں صلیبی جنگوں میں فرانس کے 'شامبانیا' کے ایک شخص 'پیرڈ انگلوز' کا قصہ مشہور ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ڈانگلور اگرچہ صلیبی جنگوں میں شامل رہا ہے مگر وہ حضرت عیسیٰ کی قبر کا قبضہ واپس لینے کی مہمات میں شامل نہیں تھا اور نہ ہی وہ ان مجرموں میں شامل رہا جن کے خلاف صلاح الدین ایوبی نے جنگ شروع کی تھی۔ تاہم اس کے باوجود ڈانگلور پکڑا گیا۔ اسے صلاح الدین ایوبی کے دربار میں پیش کیا گیا ڈانگلور نے فدیہ ادا کرنے کی شرط پر رہائی کی اپیل کی تو صلاح الدین ایوبی نے اس کی شرط پر رہا کردیا۔ وہ واپس فرانس گیا اور اپنی جائیداد بیچ کر فدیہ کا انتظام کرکے واپس القدس لوٹا۔ راستے میں ڈاکوؤں کا بھی مقابلہ کیا تاہم ڈاکوؤں کو شکست دے کر وہ صلاح الدین ایوبی کے دربار میں پہنچ گیا۔ صلاح الدین ایوبی اس کے وعدہ ایفاء کرنے پر حیران تھے۔ انہوں نے فدیہ کا سارا مال واپس کرتے ہوئے اسے کہا کہ وہ اپنے علاقے میں اللہ کی عبادت اور اس کے رسول ﷺ کی تکریم کی خاطر ایک مسجد تعمیر کرے۔ ڈانگلور واپس گیا اور اس نے وعدے کے مطابق ایک مسجد تعمیر کی۔ یہ مسجد صلاح الدین ایوبی کے دور کی یادگار سمجھی جاتی ہے

پیرس کی مساجد

جہاں تک پیرس کا تعلق ہے اس وقت یہاں کم وبیش ایک سو مساجد ہیں۔ فرانس کی سب سے بڑی مسجد اور پورے یورپ میں تیسری سب سے بڑی مسجد۔ پیرس کی قدیم گرینڈ مسجد ہے۔ علاوہ ازیں پیرس کی دیگر نمایاں مساجد میں شامل ہیں۔ الرحمہ، الاحسان، مسجد ڈی ایوری کورونس، ایسوی ایشن کلچرل ڈیس مسلمانس ڈی سارٹرو ویل، مسجد ڈی لیوالوئس، مسجد ڈی جینی ویلیئرز اینور، مسجد ڈی جیول، یو او آئی ایف، مسجد سیکوئیل ڈی ایوری کلچری، مسجد کلیس کلیس اور مسجد کچی ابن خلدون۔

ہم نے پیرس میں تین ہفتے قیام کیا اور اس دوران تین جمعہ کی نمازیں یہاں ادا کرنے کا موقع میسر آیا۔ دو جمعہ تو ادارہ منہاج القرآن کی مسجد اور ایک جمعہ ورلڈ اسلامک مشن کی جامع مسجد، مسجد قباء میں ادا کیا گیا۔ علاوہ ازیں جامع مسجد الکبیر اور ایک اور چھوٹی مسجد میں دیگر نمازیں بھی ادا کی گئیں۔ ما شاء اللہ نمازوں میں اور خاص کر نماز جمعہ میں کثیر تعداد میں نمازی شامل ہوتے ہیں۔ اس وقت تقریباً ہر مسجد میں تین تین اور چار چار مرتبہ نماز جمعہ ہوتا ہے۔ اس کی وجہ جگہ کی کمی ہے کیونکہ چار دیواری کے باہر نماز پڑھنے کی پابندی ہے۔ انتظامیہ ادارہ منہاج القرآن دو اور ہال تعمیر کررہے ہیں جبکہ ورلڈ اسلامک مشن کا بھی بہت بڑی مسجد کا منصوبہ زیر تکمیل ہے۔ تیسری ان سب سے بڑی مسجد، حمزہ مسجد کافی حد تک مکمل ہو چکی ہے۔ اس مسجد میں بیک وقت تین ہزار لوگ نماز ادا کرسکیں گے۔

جامع مسجد الکبیر یا گرینڈ مسجد

جامع مسجد الکبیر کا شمار فرانس کی بڑی اور قدیم ترین مساجد میں ہوتا ہے۔ 1922ء میں اس کی تعمیر کا کام شروع ہوا اور زیرِ تعمیر مسجد میں پہلی نماز پڑھی گئی۔ پیرس کے پرانے علاقہ میں 10000 مربع میٹر زمین پر مسجد کا باقاعدہ افتتاح جولائی 1926 کو ہوا۔ مراکش کے سلطان مولائی یوسف نے تعمیر کی مکمل نگرانی کی۔ اس مسجد کی افتتاحی تقریب میں فرانس کے اس وقت کے صدر ڈومارگ کے علاوہ مراکش کے بادشاہ یوسف بن حسن اول اور دیگر مسلم رہنماؤں نے شرکت کی تھی۔ اس کا مینار 33 فٹ اونچا ہے اس مدرسہ اور کتب خانہ قائم ہے۔ اس مسجد کو فرانس اور الجزائر کی حکومتیں مل کر ایک کمیٹی کی مدد سے چلاتی ہیں۔

اس مسجد کا پہلا منصوبہ فرانس کی افریقی کمیٹی نے 1895ء میں بنایا تھا مگر اس وقت فرانسیسی حکومت نے اسے منظور نہ کیا۔ 1916ء میں جنگِ ورداں میں پچاس ہزار مسلمان فرانس کی طرف سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ یہ جنگ جرمنی سے ہوئی تھی۔ اسی طرح پہلی جنگِ عظیم میں فرانس کی مدد کرتے ہوئے ایک لاکھ مسلمانوں نے اپنی جان کی قربانی دی تھی جن کا تعلق زیادہ تر شمالی افریقہ کے ممالک مراکش، تیونس اور الجزائر سے تھا۔ اس وقت یہ ممالک فرنچ کالونی شمار ہوتے تھے۔ مسلمانوں کی قربانیوں اور جان فشانیوں کے صلہ وتحفہ کے طور پر فرانس کی حکومت نے مسجد کی تعمیر کا منصوبہ منظور کر لیا۔ حکومت فرانس نے اس کی تعمیر کے لیے رقم فراہم کی اس کی تعمیر پر پانچ لاکھ فرانک لاگت آئی تھی اور پیرس کی بلدیہ نے اس کی زمین ہدیہ کی تھی۔ یہ مسجد ایک سابقہ ہسپتال کی جگہ بنائی گئی تھی جو پیرس کے مشہور باغ اشجار کے سامنے واقع ہے۔ اس مسجد کو مراکش کے شہر فاس کی مشہور مسجد القرویین کی طرح تعمیر کیا گیا ہے جو 859ء میں تعمیر ہوئی تھی۔

فرانسیسی صدر ژاک شیراک کے دور میں مسجد الکبیر الجزائری مسلمانوں کے حوالے کرنے کی اجازت دی گئی۔ یہ مسجد الجزائری مسلمانوں کو دینے کے پیچھے پیرس کی ایک خاص حکمت عملی کار فرما تھی۔ فرانس الجزائری عوام کے غم وغصے کو کم کرنا چاہتا تھا۔ دیگر حربوں میں ایک حربہ فرانس کی مساجد کی نگرانی الجزائریوں کو دینا بھی شامل تھا۔ اس کا بیرونی دروازہ اور اندرونی دروازے اسلامی طرزِ تعمیر کا عمدہ نمونہ ہیں۔ اس کے کئی صحن ہیں جن میں خوبصورت فوارے لگے ہوئے ہیں۔ اس میں ایک مدرسہ، ایک کتاب خانہ، ایک کانفرنس روم، نماز کے لیے ایک ہال اور ایک ریستوراں شامل ہیں۔ مسجد کی دیواریں حسین کاشی کاری سے مزین ہیں۔ مسجد کے اردگرد گھر اور دفاتر کے قائم ہونے کی وجہ سے اس کا حسن چھپ سا گیا ہے۔ مگر مسجد کے اندر داخل ہونے کے بعد اس کا حسن سامنے آجاتا ہے۔ مسجد سارا سال سیاحت کے لیے بھی کھلی رہتی ہے۔ اس میں عربی اور فرانسیسی زبانوں میں درس ہوتے ہیں جن میں غیر مسلم سیاح بھی شرکت کرتے ہیں۔ مسجد کا حلال کھانے کا ریستوراں خاص طور پر سیاحوں کو عربی یا شمالی افریقی کھانوں سے آشنائی فراہم کرتا ہے۔ مسجد کا کتاب خانہ تمام مذاہب کے محققین کے لیے کھلا رہتا ہے۔ ریستوراں میں ہی ایک عربی طرز کا حمام بھی قائم ہے اس مسجد کے اطراف میں سوربن یونیورسٹی اور عرب دنیا کی اکیڈمی واقع ہے۔

پیرس کی پہلی مرکزی مسجد الکبیر کی تعمیر کے 100 سال مکمل ہونے پر فرانسیسی صدر ایمانویل میکرون نے اکتوبر 2022ء میں مسجد کا دورہ کیا تھا اور مسجد کے امام حافظ کیمس ایڈین کو فرانس کے اعلیٰ ترین شہری اعزاز لیجنڈ آف آنر سے نوازا۔ غیر ملکی میڈیا رپورٹس کے مطابق مسجد کے دورے میں صدر میکرون نے فرانس کے مسلمان فوجیوں کے ناموں کی تختی کی نقاب کشائی بھی کی۔ صدر میکرون کے ہمراہ فرانسیسی وزیر داخلہ جیرالڈ ڈارمینن اور فرانسیسی وزیر فوج سیبسٹین لیکورنو بھی موجود تھے۔ یہ مسجد مسلمانوں اور غیر مسلم فرانسیسیوں کے درمیان اتحاد اور محبت کی علامت سمجھی جاتی ہے۔ کیونکہ اس مسجد نے دوسری جنگ عظیم میں ایک اہم کردار ادا کیا تھا۔ فرانس پر جرمنی کے قبضہ کے دوران یہ مسجد فرانس کی آزادی کی تحریک کو تحفظ فراہم کرتی رہی ہے اس مسجد میں پیراشوٹ سے نیچے اترنے والے برطانوی فوجیوں نے بھی پناہ لی تھی، اس کے علاوہ انھوں نے بہت سے یہودی خاندانوں کو بھی جرمنوں سے پناہ دیئے رکھی۔ جس کا جرمن افواج کو پتہ نہ چل سکا۔ ان پناہ گزین یہودیوں کی تعداد 1600 سے زیادہ تھی۔ ان کو مختلف طریقوں سے بچایا گیا۔ کچھ کو چھپا لیا گیا اور کچھ کے لیے جعلی دستاویزات مہیا کی گئیں کہ وہ مسلمان ہیں۔ کافی تعداد میں یہودیوں اور ان فرانسیسی عیسائیوں کو، جو جرمنوں کو درکار تھے، المغرب (الجزائر، تیونس، مراکش) یا جنوبی فرانس میں فرار کروایا گیا۔ اس وجہ سے بہت سے یہودی جرمنی کے عقوبت خانوں میں جانے سے بچ گئے۔ وجودہ دور میں مسجد کو فرانس اور الجزائر کی حکومتوں کے تعاون سے اور ایک مسجد کمیٹی کی مدد سے چلایا جاتا ہے۔ اس سے فرانس کے مسلمانوں اور غیر مسلموں میں ایک خوشگوار رابطہ ہوتا ہے۔ مسجد کا ریستوراں ایک خاص کردار ادا کرتا ہے۔ بہت سے مسلمان ممالک کے وفود یہاں لائے جاتے ہیں تاکہ ان کو حلال کھانے مہیا کیے جائیں۔ اس کے علاوہ مسجد کا کانفرنس روم ایک ایسی جگہ ہے جہاں مسلمان اور غیر مسلم دونوں اکٹھا ہوتے ہیں اور ایسے درس اور جلسے ہوتے ہیں جو ان میں رابطہ بڑھاتے ہیں۔ س مسجد میں ہر قومیت کے مسلمان مل سکتے ہیں کیونکہ یہ پیرس شہر کی مرکزی مسجد ہے۔

علامہ اقبال اور مسجد الکبیر پیرس

علامہ اقبال کے افکار سے استفادہ کریں تو مسجد کے بارے میں ان کی رائے بنیادی نظریہ سے ہم آہنگ نظر آتی ہے۔ وہ مسجد کی خوبصورتی اور شان و شوکت ہی کو پیشِ نظر نہیں رکھتے۔ ان کی نظر میں مسجد کی بنیاد اگر ایمان پر نہیں تو اس سے استحکام وقوتِ ایمان کا کام نہیں لیا جا سکتا۔ انہوں نے پیرس کی اس قدیم مسجد کے بارے میں جو تین اشعار پر مبنی نظم لکھی تھی اس سے ان کا نقطہ نظر بخوبی واضح ہوتا ہے۔

اقبال لکھتے ہیں:

مِری نگاہ کمالِ ہُنر کو کیا دیکھے
کہ حق سے یہ حرم مغربی ہے بیگانہ
حرم نہیں ہے، فرنگی کرشمہ بازوں نے
تنِ حرم میں چھپا دی ہے رُوحِ بُت خانہ
یہ بُت کدہ اُنھی غارت گروں کی ہے تعمیر
دمشق ہاتھ سے جن کے ہُوا ہے ویرانہ

مسجد عالی شان ہے صحن ہائے مسجد، دیواروں پر خوبصورت کاشی کاری اور آیات خاصی دلچسپی کا سامان مہیا کرتے ہیں لیکن اقبال نے اس کی شان وشوکت کا رسمی اعتراف کرنے کے برعکس اسے "بت خانہ" ہونے کا سرٹیفکیٹ جاری کر دیا۔ وجہ یہ بتائی کہ دمشق (یعنی مشرق وسطیٰ) کو ویران کرنے والے غارت گروں نے اسے تعمیر کیا ہے۔

حروفِ محبت

تفسیر ”تبصرہ“ کی 8 ویں اور 9 ویں جلد کی تقریب رونمائی پر

دہر کی ہر شے سے بڑھ کر نعمت قرآن ہے — ہر بلندی سے فزوں تر عظمت قرآن ہے
جو بھی اس سے جڑ گیا وہ پست ہو سکتا نہیں — اس قدر ارفع و اعلیٰ رفعت قرآن ہے
بانٹنے سے ہاتھ رکتا ہی نہیں ہے آپ کا — آپ کے دست سخا میں دولت قرآن ہے
خادموں کو رشک صد مخدوم کر دیتی ہے جو — آپ کے دامن میں ایسی خدمت قرآن ہے
آپ کے دشمن ہمیشہ ہاتھ ملتے رہ گئے — آپ کی دم ساز ہر دم رکت قرآن ہے
اک عطائے خاص ہے ربّ سخن کی آپ پر — ”تبصرہ“ کی شکل میں وہ زینت قرآن ہے
لہلہا تا گل ہیں آپ اک گلشن سادات کا — آپ کے دست ہنر میں قوت قرآن ہے

اس لیے دو آتشہ سرور ہے فیضان ریاض
نسبت مولا علی ہے ، نسبت قرآن ہے

ڈاکٹر سرور حُسین نقشبندی

دلیلِ راہ

تقریبِ رونمائی "تبصرہ"

خاص خاص نکات اور جھلکیاں

ماسٹر احسان الٰہی

ایک لمحہ کا ذکر و فکر بعض اوقات سو سال کی عبادت و ریاضت پر بھاری ہوتا ہے۔ حضور خاتم المرتبت ﷺ کا ارشادِ گرامی پاک ہے کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، میرے بعد ان کو کبھی نہ چھوڑنا اور ان سے وابستہ اور جڑے رہنا، فلاح و کامیابی و کامرانی تمہارے قدم چومے گی اور تمہارے لیے دینی، دنیاوی و اخروی نجات و منفعت کا ذریعہ و وسیلہ ہوگی۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ ہمارا سب کچھ آپ پر قربان، ارشاد فرما دیں وہ دو چیزیں کون سی ہیں؟ آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا: ایک قرآن اور دوسرا میری عترت۔

رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان دو باتوں پر من و عن عمل کیا اور دنیائے اسلام میں ان جھنڈوں کو تھام کر اور رسولِ کریم ﷺ کے ارشادات اور ہدایات کے مطابق انقلاب بپا کر کے اسلام کی حقانیت کے پرچم کو سرنگوں نہ ہونے دیا۔ خلفائے راشدین ابوبکر، عمر، عثمان، علی اور حسن المجتبیٰ رضی اللہ عنہم تک اور پھر دیگر صحابہ کرام نے ان مشعلوں کو روشن اور منور رکھا اور اسی طرح قدم سے قدم ملاتے ہوئے تابعین، تبع تابعین کے بعد اولیائے کاملین آئمہ کرام، مشائخ عظام، علمائے کرام اور دیگر روحانی شخصیات نے دیے سے دیا جلا کر اور قرآن اور اہل بیت اطہار کی تقلید کو اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنایا اور نسل در نسل یہ آفاقی حیثیتیں اور جہتیں روزِ روشن کی طرح عیاں رہیں اور پنپتی رہیں اور قیامت تک کے لیے یہ عالمگیر اسلامی نظام اور اس کی حقیقتیں اور سچائیاں کسی نہ کسی رنگ اور روپ میں اس علم کو تھامے رکھیں گی۔ کشتۂ سفیرِ عشق امام احمد رضا خاں بریلوی نے اس کی عکاسی کرتے ہوئے فرمایا:

تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عینِ نور تیرا سب گھرانہ نور کا

ابوبکر صدیق سے حضرت عمر، حضرت عمر سے حضرت عثمان، حضرت عثمان سے مولا علی پاک تک امام نقی پاک، تقی پاک، علی رضا پاک، موسیٰ کاظم پاک، جعفر صادق پاک، امام محمد باقر پاک، زین العابدین پاک رضی اللہ عنہم، امام حسین پاک، امام حسن پاک اور پھر مولا علی پاک رضی اللہ عنہم تک۔ اولیائے کاملین میں آگے خواجہ معین پاک، نظام پاک، قطب الدین، بابا فرید، داتا علی ہجویری، بہاؤ الدین زکریا، سید جلال الدین سرخ بخاری، سید بدر الدین شاہ، لعل شہباز قلندر، عبد اللہ شاہ بخاری، بابا بلھے شاہ، شاہ عنایت قادری، پیر مہر علی شاہ، امام بری سرکار، سچل سرمست رحمۃ اللہ علیہ جیسی دیگر بہت سی روحانی و مذہبی شخصیات نے اسلام کی روح کو زندہ جاوید رکھا۔ عصرِ حاضر میں اسلام کی ہمہ گیر اور ہمہ جہت دینی، مذہبی، اسلامی و روحانی شخصیت نباضِ عصر، استاد الاساتذہ، شیخ الحدیث والتفسیر، مفکرِ اسلام، بانی و ڈائریکٹر ادارہ تعلیماتِ اسلامیہ راولپنڈی پاکستان علامہ پیر سید ریاض حسین شاہ دامت برکاتہم اپنے اسلاف کے ورثہ کو دنیائے عالم میں فروغ دینے اور اس کو تحفظ دینے کا فریضہ بفضل تعالیٰ خوب اچھے طریق اور اسلوب سے نبھا رہے ہیں اور دن رات کا لمحہ لمحہ قرآن کے فروغ، اہلِ بیت اطہار و اصحاب کی محبت والفت کو عام کرنے کا مشن لیے۔ قریہ قریہ، شہر در شہر، ملک در ملک سفیرِ عشق و محبت کے روپ میں قرآن کی آواز، قرآن کے پیغام، اہلبیت اطہار کی اسلام کے لیے عظیم اور بے مثال قربانیوں کا تذکرہ عام کر رہے ہیں۔ اس مشن پر گامزن ہونے اور اسے ارزاں کرنے میں اپنی تمام زندگی وقف کر دی اور لاکھوں میل ملکی و غیر ملکی دورہ جات کیے اور تن من دھن سب کچھ قربان کر دیا۔ بیماری کی شدت پر محیط اور پیرانہ سالی کے باوجود بہتر تہتر سال کی عمر میں بھی آپ کا عزم اور قرآن اور اہل بیت کا عشق اور محبت کا جنون پہلے سے زیادہ مضبوط اور قوی ہے۔

شاہ جی فرماتے ہیں کہ شوگر اور بلڈ پریشر کی وجہ سے میرے بائیں ہاتھ کی انگلیاں کمزور ہوگئی ہیں اور کم کام کرتی ہیں لیکن اللہ کے فضل سے دائیں ہاتھ کی انگلیاں رکتی نہیں ہیں۔ ہزاروں صفحات خود لکھے ہیں اور جب تک دم ہے انشاءاللہ لکھتا رہوں گا۔

ادارہ تعلیمات اسلامیہ راولپنڈی میں ہر مہینہ کی پہلی اتوار کی صبح اور سوموار کو بعد نمازِ عشاء اور اتفاق مسجد لاہور میں خطبہ جمعہ و محفلِ ذکر بعد جمعہ اور ہر انگریزی مہینہ کی دوسری جمعرات کو ماہانہ محفلِ ذکر و درس کا باقاعدہ اہتمام ہوتا ہے جس میں قرآن کے پیغام کو عام اور ارزاں کرنے اور اہل اطہار پاک اور گھرانہء رسول کی عظمت و بزرگی اور ان کے نقوش پا اور ان کی قربانیوں کا خاص طور پر ذکر کیا جاتا ہے جن کی وجہ سے اسلام اور دینِ مبین کا پھریرا اب تک لہرا رہا ہے اور انشاءاللہ لہراتا رہے گا گویا اسلام زندہ ہی ان کی وجہ سے ہے اور انہی کے دم قدم سے اسلام کی حقانیت اور دین کی بقا ممکن ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ ہزاروں کی تعداد میں لوگ ان روحانی اجتماعات میں شرکت کرنا اپنی اولین ترجیح سمجھتے ہیں اور کروڑوں سوشل میڈیا کے ذریعے روحانی فیض سے مستفید ہوتے ہیں اور صراطِ مستقیم کی طرف ان کا رجحان قابل رشک حد تک فرحت و انبساط کا موجب ہے۔

علاوہ ازیں حضرت قبلہ شاہ جی کی معرکۃ الآراء "تفسیر تبصرہ" کے عنوان سے تکمیل کے آخری مراحل میں ہے۔ اس تفسیر "تبصرہ" کو قومی و بین الاقوامی سطح پر دنیائے اسلام میں بہت پذیرائی ہو رہی ہے اور عوام الناس قرآن فہمی کے شعور سے حقیقی معنوں میں استفادہ کر رہے ہیں۔ لوگ الحمدللہ شاہ جی کو سنتے بھی اشتیاق اور انہماک سے ہیں اور پڑھتے بھی پوری دلجمعی سے ہیں۔ شاہ جی نے حال ہی میں "تبصرہ" تفسیر کی آٹھویں اور نویں جلد مکمل کی ہے اور اس موقع پر تحدیثِ نعمت کے طور پر

ایک بھرپور تقریبِ رونمائی کا اہتمام کیا ہے تاکہ آپ کے خلفاء، مریدین، متوسلین اور شاگرد حضرات شاہ جی کی خوشیوں میں برابر کے شریک ہوں اور سب مل کر ربّ کریم کا عجز و نیاز کا پیکر بن کر تشکر بجالائیں جس نے یہ بہت بڑا عظیم کام کرنے کی شاہ جی کو توفیق بخشی اور رسولِ اکرم ﷺ کی خاص توجہات نصیب ہوئیں اور ساتھ ساتھ مل بیٹھ کر دعوتِ شیراز سے بھی روحانی لنگر کی برکات سے بھی لطف اندوز ہوسکیں۔

تقریباً ایک ماہ پہلے ہی شاہ جی نے اس تقریب کے انعقاد کا اعلان فرمادیا تھا اور خود بنفسِ نفیس تمام حلقۂ احباب کو بطورِ خاص شرکت کی دعوت دی۔ 5 اگست بروز سوموار وقت کا تعین بھی کردیا گیا۔ مختلف ذرائع سے تشہیر کی گئی۔ ہمارے مرشد خانے میں تشہیر کا مقصد نام چمکانا، چندے، نذرانے لینا ہرگز نہیں ہوتا اور نہ ہی آج تک کسی سے کوئی چندہ اور نذرانہ مانگا ہے۔ اجتماع کا مقصد اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لیے مل بیٹھ کر اللہ اللہ کرنا ہوتا ہے، کوئی دنیوی غرض یا لالچ نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ خود ہی سارے معاملے حل کردیتا ہے۔ مانگنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔ شاہ جی کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ محفلِ ذکر میں زیادہ سے زیادہ لوگ شامل ہوں۔ ہم اللہ اللہ کریں اور اللہ کو راضی کریں۔ خلوصِ نیت سے ان محافل میں شامل ہوکر اپنے دامن کو نیکیوں کو حاصل کرنے کی آماجگاہ بنائیں۔

گھر پر بیٹھ کر روحانی محافل سننا اور دیکھنا بھی اچھی بات ہے لیکن مرشد خانے پر حاضری دے کر ڈائریکٹ مستفید ہونا اپنی الگ ہی تاثیر رکھتا ہے اور اس کے درجات اور روحانی فیوض و برکات سے مستفید ہونے کی اپنی ہی ترجیح ہے پھر ادارہ ہذا کے ساتھ ملحق قبرستان میں اپنے اجداد اور بزرگوں کے مزارات مقدسہ کی زیارت، فاتحہ خوانی (یہ وہ سادات کا خاندان ہے جو دامن نچوڑیں تو فرشتے وضو کرنے لگ جائیں) اور ان کی وساطت سے ان کی نسبت کا حوالہ دے کر عرض کی جائے کہ مولا! ہم تو گنہگار ہیں لیکن یہ ہستیاں تو ساری عمر آپ کے نام ہی کی مالا جپتی رہیں اور آپ کے مقبول نظر لوگ ہیں۔ ان لوگوں نے اپنے لیے تو کچھ مانگا ہی نہیں۔ مانگا ہے تو صرف رضا ہی مانگی ہے۔ اپنا سب کچھ تیری رضا سمجھتے ہوئے قربان کردیا ہے، ہم گنہگار تو اس قابل ہی نہیں کہ تجھ سے مانگ سکیں۔ شرمندگی کے بوجھ تلے دبے کس منہ سے مانگیں، ہمیں تو مانگنا بھی نہیں آتا، تو ان اپنے مقبول لوگوں کی وجہ سے ہمیں معاف کردے، ہمیں صاف کردے، ہماری خطاؤں اور گناہوں کو معاف کردے۔ جب ان پاکباز ہستیوں کو واسطہ بنا کر ہم ربّ سے استغفار اور توبہ طلب کریں گے تو ہمارا پختہ یقین ہونا چاہیے کہ خدا ان کی وجہ سے ہمیں معاف فرمادے گا اور ہماری بخشش کا سبب بن جائے گا۔

5 اگست انتظار کی گھڑیاں اختتام پذیر ہوئیں اور اس روحانی تقریب رونمائی میں شمولیت کے شرکاء حضرات ادارہ تعلیماتِ اسلامیہ راولپنڈی کی جانب اپنے اپنے پروگرام کے مطابق بڑھنے لگے اور نمازِ عصر اور مغرب کے درمیان تمام رفقاء، سنگی حضرات، متوسلین، خلفاء صاحبان و دیگر دور دراز سے تشریف لانے والے معزز اور خوش قسمت حضرات ادارہ ہذا میں موجود تھے۔

پہلی نشست

نمازِ مغرب شاہ جی نے تمام حاضرین کے ساتھ مسجد میں ہی ادا فرمائی اور نماز کے فوری بعد حافظ شیخ محمد قاسم نے علی دے غلاماں تے زہرا پاک دے نوکراں دی محفل کی پہلی نشست میں سورہ والضحیٰ کی تلاوت کرنے کی سعادت پائی اور پھر نعت شریف کے لیے ایبٹ آباد سے تشریف لائے معروف نعت خواں محترم عدنان وحید فاطمی کو بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں ہدیۂ نعت پیش کرنے کی دعوت دی۔ فاطمی صاحب بارگاہِ رسالت میں نذرانۂ عقیدت اور بعد میں مولا علی پاک کی منقبت سے حاضرین و سامعین کی روحانی تھراپی کرتے رہے۔ اس کے بعد حافظ قاسم نے سنگیوں کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم سب لوگ خوش قسمت ہیں کہ ہمیں حضرت قبلہ شاہ جی اور حضرت قبلہ لالہ جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سنگت میسر آئی اور آج ہم اپنے مرشدِ کریم کی زیارت سے اپنے اذہان وقلوب کو راحت و تسکین سے منور و معطر کررہے ہیں اور قاسم صاحب نے بتایا کہ ایک موقع پر حضرت لالہ جی صاحب علیہ الرحمہ نے شاہ جی سے فرمایا تھا کہ آپ کے پاس بیعت کے لیے وہی آئے گا جس نے جنت میں جانا ہوگا۔ اللہ اللہ! اس سے زیادہ خوش بختی اور سعادت کیا ہوسکتی ہے؟ حافظ قاسم نے اعلان کیا کہ دل اور دھڑکنوں کو تھام لیجیے اور مرشدِ کریم کے آستانہ پر حضرت قبلہ شاہ جی کی زیارت کیجیے اور اپنی حاجتوں اور مرادوں کا تصور ذہن میں لایئے اور شاہ جی کے مواعظِ حسنہ سماعت فرمایئے۔

شاہ جی نے ہدیۂ درود کے بعد مشائخ عظام، علمائے کرام اور دانشورانِ امت کو خوش آمدید کہا۔ چاروں سلسلوں کی نسبت سے اپنے لیے۔ حاضرینِ محفل اور تمام امتِ مسلمہ کے لیے دعا کی کہ اللہ خیر کے دروازے کھول دے۔ آپ نے حاضرین وسامعین کو چند تربیتی نصیحتیں ارشاد فرمائیں جن کی تفصیل ڈاکٹر منظور حسین اختر کے مضمون میں مل جائے گی بندۂ ناچیز صرف مختصر نکات بیان کرسکے گا۔

یادرکھنے کی باتیں

عملی اور روحانی زندگی درست کرنے کی کوشش کرو۔ آپ نے فرمایا کہ صوفیوں کے جتنے سلسلے ہیں قادریہ، سہروردیہ، چشتیہ، نقشبندیہ، مولانا روم کا مولویہ، غزالیہ، شاذلیہ ان سب سلسلوں میں انسانوں کی تربیت پر زور دیا جاتا ہے۔ اللہ پرستی، اللہ کی توحید، وحدانیت میں ایمان مضبوط ہونا چاہیے۔ اللہ کے احد اور الصمد اور لا شریک ہونے پر پختہ ایمان ویقین پیدا ہونا چاہیے۔ ایک حقیقی طالب کو اللہ کا قرب حاصل کرنے کی جستجو میں لگے رہنا چاہیے۔ رائی برابر بھی شرک ہو تو کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی۔ بعض نمازیں بے اثر دکھائی دیتی ہیں۔ ہم یاد کرنے والی باتوں کو بھول جاتے ہیں اور بھولنے والی یاد رکھنا شروع کردیتے ہیں۔ محفلِ ذکر میں یہی سبق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی احد وصمد ہے۔ محفلِ ذکر میں عاجزی، وقار، تمکنت اور قربِ الٰہی کا تصور جاگزیں ہونا چاہیے۔ سفر میں مقصدِ سفر پیشِ نظر رہنا چاہیے۔ لا الہ الا اللہ کی حقیقت کو مانو۔ اس کے بعد رسالت کا عقیدہ مضبوط کرو۔ نبوت پر ایمانِ کامل ہونا چاہیے۔ انسانیت کی اصلاح کے لیے نبیوں نے بڑی تکلیفیں اور سختیاں برداشت کیں۔ بڑوں کی سختیاں بھی بڑی ہوتی ہیں۔ ہم تم تو کسی باغ کی مولی نہیں ہیں۔ نوح علیہ السلام نے 950 سال تبلیغ کی اور دین کی خاطر تکلیفیں اٹھائیں۔ ایوب علیہ السلام، یونس علیہ السلام اور بہت سارے پیغمبروں نے سختیاں جھیلیں۔ ان لوگوں کو مانو اور تسلیم کرو۔ اللہ کو مانو تو زندگی درست ہوتی چلی جائے گی۔ زیادہ سے زیادہ ذکر کرو۔ کثرتِ درود شریف ذکر کے تقاضا کو پورا کرتا ہے۔ سوشل میڈیا پر بھروسہ مت کرو انہوں نے مشکلات پیدا کی ہیں خاص کر دو چیزوں کو مشکل کردیا: توحید کی تعلیم مفقود ہوتی گئی۔ دوسرا رسالت اس کے پیغام کو نہ سمجھا گیا اور نہ عام کیا گیا۔

یہ پُروقار تقریبِ سعید ہر لحاظ سے خالصتاً روحانی تھی، تمام حاضرین، سامعین اور خصوصاً معزز مہمانانِ گرامی مذہبی اور روحانی جذبے کا عکاس تھے

اس کے بعد قرآن پر ایمان اور دوسری کتابوں پر ایمان کو پختہ کرو۔ اللہ ہمیں سچ کا راستہ نصیب کرے قرآن سیکھو اور سکھاؤ۔ نہیں سیکھا تو سیکھو۔ بچوں کو قرآن سے جوڑو۔ پڑھ گئے ہو تو ترجمہ و تفسیر مطالعہ میں لاؤ اور جستجو کرو کہ قرآن کیا کہتا ہے؟ اور پھر عمل کرو حضور ﷺ نے جس کو قرآن کے ساتھ جوڑا ہے اس علی کو مانو۔ صحبت میں بیٹھنے سے Reflection ہوتی ہے اثر پڑتا ہے، اچھی صحبت اختیار کرو، وہ تمہیں اچھا بنا دے گی۔ اللہ کی کتاب کو دل سے مانو اس سے باتیں کرو وہ تم سے باتیں کرنے لگ جائے گی۔ اپنے اندر کے انسان کو ٹھیک کرو۔ جو کتاب سے جوڑے گئے ہیں ان کو دل وجان سے مانو۔ اہلِ بیت اطہار کی عزت و احترام دل میں جاگزیں کر لو۔ مولا علی نے کعبے کے بت توڑ ڈالے تھے۔ اگر ہم انسان ہیں، قرآن کو مانتے ہیں تو پھر صنم پرستی توڑنے کے لیے علی کے کلہاڑے کو ماننا ہوگا تاکہ فرقہ پرستی کی کو بیخ کنی ہو سکے۔ پاک پیٹوں اور پاک پیٹھوں سے صحبت رکھو اور محبت رکھو۔ آخرت کی فکر کو دل میں جگہ دو۔ اس موقع پر حضرت قبلہ شاہ جی نے طبرانی کی ایک حدیث کا حوالہ دیا کہ حضور ﷺ جب معراج پر تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے حضرت علی کے بارے تین باتیں بتائیں یہ کہ

1) علی ایمان والوں کا امام ہے

2) تقویٰ والوں کا امام علی ہے

3) قیامت والے دن جتنے روشن چہروں والے ہوں گے ان کا امام بھی علی ہوگا۔

اس لیے ہم علی والوں میں سے ہیں۔ بحمد اللہ تعالیٰ! حضور کے تمام صحابہ کا احترام ہے۔ تمام صحابی بہت بڑے ہیں لیکن خلفائے راشدین ان سے بھی بڑے ہیں۔ سلسلے والے سارے خلفاء راشدین کو مانتے ہیں۔

بچھو ماں کو مار کر اور اس کا پیٹ پھاڑ کر باہر نکلتا ہے اور سانپ اپنے ہی بچوں کو نگل لیتا ہے۔ بچھو کی فطرت میں سب سے پہلے برائی اور شر ہے لیکن تم ان کو مانو جو پہلے دن سے ہی خیر کا مرقع تھے۔ بچوں کو حضور کی محبت سکھاؤ، آل پاک کی محبت سکھاؤ۔ قرآن سکھاؤ۔ قرآن کی تلاوت روز کا معمول بناؤ، جتنا پڑھ سکتے ہو اتنا تو پڑھو۔ درود شریف کثرت سے پڑھو۔ اپنے وجود میں نبی ﷺ کی محبت کا حصہ رکھو اور وہ درود پاک کا ورد ہے اور درود میں حضور ﷺ کی آل پاک کا حصہ رکھیں ورنہ درود کھٹا ہو جائے گا۔ حضور ﷺ سے قرآن، قرآن سے درود، درود سے صحابہ اور صحابہ سے آل سے ناطہ جوڑے رکھو۔

اپنی قبر اور عاقبت کی فکر کرو۔ یہ سوچو کہ کیا زندگی میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو راضی کر سکے ہو۔ ابوبکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم سب نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو راضی رکھا۔ علی رضی اللہ عنہ تو سوتے ہی حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔ سات سال مسلسل سوئے۔ حضور کے پسینے کے وسیلے سے علم کا دروازہ بن گئے۔ اعمال صالحہ کی حفاظت کو حرزِ جاں بناؤ۔

آخر میں چند سنگیوں نے شاہ جی کے دست شفقت پر بیعت کی اور خوش بختوں میں شامل ہوئے پھر خفی ذکر کے بعد ختم شریف پڑھا گیا اور شاہ جی نے بھرپور دعا فرمائی اور بہت ساری ڈھیر دعاؤں سے نوازا اور اس طرح پہلی نشست اختتام پذیر ہوئی۔ اس موقع پر حافظ قاسم نے اعلان فرمایا کہ اب نماز اور کھانے کا وقفہ ہے۔ کھانے کے فوری بعد دوسری نشست کا آغاز کر دیا جائے گا۔

دوسری نشست

نماز عشاء اور لنگر تناول فرمانے کے بعد 9:35 پر دوسری تقریب رونمائی تبصرہ کا آغاز ہوا۔ حافظ شیخ محمد قاسم نے تقریب رونمائی کی اس دوسری نشست میں تشریف لانے والی مہمان شخصیات اور حاضرینِ محفل کو خوش آمدید کہا اور اس عزم کا اظہار کیا کہ بحمدہ تعالیٰ شاہ جی نے تبصرہ کے عنوان سے 8ویں اور 9ویں جلد میں ایسے ایسے الفاظ اور نکات بیان کیے ہیں جو کہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ انشاء اللہ یہ تبصرہ کے عنوان سے تفسیر ہمارے لیے اور ہمارے بچوں کے لیے بھی بخشش اور نجات کا ذریعہ ہوگی۔ محترم قاسم نے اس خصوصی محفل میں سیکرٹری اوقاف پنجاب سید طاہر رضا بخاری کا بھی شکریہ ادا کیا کہ وہ تشریف فرما ہوئے اور محفل کو رونق بخشی۔ اس کے بعد صدارت کی کرسی پر تشریف فرما ہونے والے سجادہ نشین حضرت بابا فرید الدین گنج شکر، محترم جناب دیوان احمد مسعود چشتی کے لیے ہدیۂ تبرک پیش کیا اور مہمانِ خصوصی کے لیے پیر سید ناصر سلطان علی شاہ کا بھی تشریف آوری پر شکریہ ادا کیا۔ مزید پیر سید عامر حسین گیلانی، پیر سید علی حیدر شاہ کو بھی خوش آمدید کہا۔ اس کے بعد تلاوتِ قرآن مجید کے لیے محترم جناب استاد و قاری پروفیسر محمد مشتاق انور کو دعوت دی کہ وہ محفل کا آغاز فرمائیں۔ آپ نے سورۃ رحمٰن کی چند آیاتِ مبارکہ کی بڑی خوبصورت آواز میں تلاوت کرنے کی سعادت پائی۔

تلاوتِ قرآن مجید کے بعد نقیبِ محفل حافظ محمد قاسم نے ہری پوری سے تشریف لانے والی روحانی شخصیات حافظ ولی الرحمن، حافظ محمد زبیر اعوان اور دیگر معزز شخصیات کا تعارف اور ان کی آمد کا شکریہ ادا کیا اور ہدیۂ عقیدت نعت شریف کے لیے لاہور سے تشریف لانے والے مشہور و معروف نعت خواں الحاج قاری زین العابدین سعیدی کو دعوت دی اسی دوران حضرت قبلہ شاہ جی 9:55 پر محفل میں تشریف لا کر اپنی مسند پر جلوہ افروز ہوئے۔ قاری زین العابدین سعیدی حضور ﷺ اور ان کی آل پر خراجِ عقیدت پیش کر رہے تھے اور سامعین عشق و مستی میں غوطہ زن حیدر! حیدر! حیدر! حیدر! کی صدائیں بلند کر رہے تھے۔ بعد ازاں نقیبِ محفل نے حضرت قبلہ شاہ جی موجودگی میں بارِ دیگر تشریف لانے والی اور سٹیج کی زینت بننے والی عظیم اور روحانی آستانوں کے خانوادوں جن میں مشائخ و پیرانِ عظام، علمائے کرام اور دیگر ادبی شخصیات کا حوالہ دے کر ان کو نہایت عزت و احترام اور فضیلت مآب الفاظ میں مرحبا کہا اور ان کا شکریہ ادا کیا۔ اس روحانی تقریبِ رونمائی میں نہایت عزت مآب روحانی شخصیات، علماء و مشائخ عظام، پیرانِ طریقت و دیگر ادبی و عبقری ہستیاں سٹیج کی زینت بنی ہوئی تھیں اور اپنی اپنی مخصوص نشستوں پر جلوہ افروز تھیں۔ جن میں حضرت قبلہ شاہ جی کے خلفاء حضرات بھی مسند نشین تھے۔ جن میں علامہ بشیر القادری، پروفیسر محمد بہاؤ الدین اشرفی، علامہ سخی احمد، محترم محمد ظہیر، ڈاکٹر منظور حسین اختر شامل تھے۔

مہمانانِ خصوصی کے طور پر الحاج پیر شمیم صابری،

ناصر سلطان مشہدی، پیر سید علی حیدر، پروفیسر ڈاکٹر آصف ہزاروی۔ فتح جنگ سے پیر سید سلامت حسین، آزاد کشمیر سے محمد اسحاق نقوی، عظیم سکالر، دانشور، ادیب، نقاد، رائٹر، پرنسپل جناب پروفیسر ڈاکٹر عرفان جمیل سٹیج پر اپنی اپنی مخصوص نشستوں پر تشریف فرما تھے۔ اس کے علاوہ بھی بہت سی علمی شخصیات سٹیج کی زینت تھیں۔

اب حافظ محمد قاسم نقیبِ محفل نے خطاب کے لیے عظیم سکالر پروفیسر جناب عرفان جمیل صاحب کو دعوت دی کہ وہ شاہ جی کی تفسیر تبصرہ پر اپنے خیالات اور آراء کا اظہار فرمائیں۔

پروفیسر ڈاکٹر عرفان جمیل

پروفیسر عرفان جمیل صاحب اہل حدیث مسلک کے ایک پر وقار، قد کاٹھ اور جاذبیت رکھنے والی خوبصورت اور وجیہہ شخصیت کے حامل انسان ہیں جن کو دیکھ کر آدمی متاثر ہوتا اور بات کرنے کو دل چاہتا ہے۔ آپ نے شاہ جی کی تفسیر ''تبصرہ پر تبصرہ'' کی صورت میں گفتگو کرتے ہوئے جیسے لفظوں کی کہکشاؤں کا ایک جہاں ہی آباد کر دیا ہو۔ لہجوں کی برجستگی، تمکنت، وقار، شائستگی، الفاظ کی ادائیگی کی صورت میں قوس وقزح کے اچھوتے اور دلفریب رنگ ایسے بکھیرے کہ نور کی چھما چھم ہالائیں رقص کرتی ہوئی سٹیج پر کیا پوری روحانی وجدانی محفل میں حاضرین وسامعین کی قدم بوسی کر رہی ہوں۔ لفظ جیسے قطار باندھے اپنی حاضری پیش کر رہے ہوں اور رشک بار ہو کر اپنے چناؤ پر اترا رہے ہوں۔ خدا کی قسم ہمارے شیخ کامل کی تفسیر ''تبصرہ'' میں موصوف نے ذرہ بھر مبالغہ آرائی اور خوشامد سے کام نہیں لیا۔ جو محسوس کیا من وعن ویسے ہی اظہار فرمایا۔ اس بارے میں کچھ اور کہنے کے لیے نہ تو میرے پاس شایانِ شان الفاظ ہیں اور نہ علم۔ علامہ ڈاکٹر منظور حسین اختر کے مضمون میں یہ سب کچھ آپ پڑھ لیں گے اور جان جائیں گے پروفیسر عرفان جمیل کے شاہ جی قبلہ کے بارے ادبی معروضات کے چند حروف ملاحظہ فرمائیں:

''ہندوستان میں قرآن پاک کے ایک ترجمہ پر دیباچے میں کہا گیا کہ اللہ کا شکر ہے اس کی توفیق سے اردو زبان میں پہلا حنفی ترجمہ شائع ہو گیا ہے۔ اصل توفیق اور حقیقی تائید مسالک کا قفل کھول کر آزادیِ علم کے تنبو نیچے بیٹھ کر حاصل ہوتی ہے۔ مفسر متقی نہ ہو تو جو چاہے کہے اور جو چاہے لکھے۔ تقویٰ ہو تو قلم پھسلنے نہیں دیتا۔ دیانت خود قلم بن جاتی ہے۔ صادق اور امین پر اترنے والا جلالت مآب کلام تقویٰ کے بغیر تو پڑھا بھی نہیں جا سکتا، کجا سمجھا اور سمجھایا جا سکے۔ متقی جانتا ہے کہ اعراب سمیت جو قرآن لوحِ محفوظ سے ملکِ امین کے ذریعے رسولِ امین ﷺ کے قلبِ متین پر نازل ہوا، اُس کی حساسیت اور لطافت ونزاکت تو ترجمے کی بھی متحمل نہیں ہو سکتی سو متعین عربی کلام خود ہی اپنا ترجمان ہو تو ہو۔ زبانوں میں انتقالِ مفہوم کما حقہ کی میزان پر اترنے سے انکاری ہے۔ سو دور اندیش متقی یہاں تبصرے سے کام لیتا ہے۔ تبصرہ تو جائز ہی نہیں مستحسن بھی ہے کہ بصارت اور بصیرت کو یوں خطاب ہوا:

افلا تبصرون

بہت ہی ساعت اور مبارک لمحہ ہوگا جب یہ خیال روح فزا اترا ہوگا تو قرآن کی خدمت کو ''تبصرہ'' کا نام دیا جائے۔ بے حد لطیف اور نازک ترین کشف ہے۔ رجوع کریں وہ جو کہتے ہیں پیروں کو کشف نہیں ہوتے۔ ریاض حسین پر ہوا ہے سو ایک ہی جست میں مفسرِ قرآن، مفکر اسلام علامہ پیر سید ریاض حسین شاہ ہو گئے۔ سید النساء کا بیٹا ہو، حسین کی اولاد ہو، توحید کا پرچارک ہو، رسالت کی لطافتوں کا موید، اہلِ بیت کا سفیر، قرآن کا حامی، حدیث کا ناصر اور علم و درد کی روایات کا سچا امین۔ ایسے نابغہ سے صداقت فہم کی ایسی ہی توقع کی جا سکتی ہے، شاہ صاحب قبلہ صاحب اسلوب ادیب ہیں، لفظ سے رومانس کرتے ہیں۔ جملوں کی ساخت، نشست برتاؤ، تحصیلِ معارف، تجمید مضامین، تحدیدِ قرآن اور اجمالِ بیان کے پہرے دار ہیں۔

5 اگست کی تقریبِ رونمائی میں تمام علمائے کرام نے اپنی اپنی جگہ نہایت خوبصورت خطاب فرمائے لیکن میری اپنی ذاتی رائے میں پروفیسر عرفان جمیل صاحب مین آف دی تقریب قرار پائے۔

سید طاہر رضا بخاری سیکرٹری اوقاف پنجاب

اس سے اگلے مرحلے میں سیکرٹری اوقاف پنجاب محترم جناب طاہر رضا بخاری صاحب کو خطاب کی دعوی دی گئی اور انہوں نے حالاتِ حاضرہ کی روشنی میں پُرمغز اور پُر تاثیر خطاب میں فرمایا کہ حیرت کی بات ہے کہ روحانی آستانوں میں وہ اصل روح نہیں رہی جو پہلے کبھی تھی جس سے لوگوں کے اذہان وقلوب کو قلبی سکون ملا کرتا تھا۔ آج پھر اسی جدوجہد، ولولے اور انقلاب کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے اور شاہ جی کے آستانے پر ان کی دو تفسیروں کے حوالے سے بات کی یہ بہت مستحسن اور خوش آئند اور آنے والی نسلوں کے لیے سرمایۂ حیات ثابت ہوگا۔

منقبت صاحبزادہ محمد عثمان غنی

صاحبزادہ محمد عثمان غنی صاحب کی قبلہ شاہ جی سے رفاقت 45 سال کے عرصہ پر محیط ہے۔ آپ اُس وقت حضرت شاہ جی کو اپنا کلام سنایا کرتے تھے اور آج 45 سال بعد خود کہہ کر حاضری لگوانے کی درخواست کی تو آپ نے اپنا پنجابی کلام پیش کیا:

دروداں سلاماں تے پیار یاں دی محفل
ایہہ محفل پنجاں تے بارہ دی محفل
علی دے غلاماں تے زہرا دے نوکر
تے حسنین دے وفاداراں دی محفل

علامہ پروفیسر ڈاکٹر آصف ہزاروی

علامہ پروفیسر ڈاکٹر آصف ہزاروی صاحب نے اپنے جلالت مآب خطاب میں فرمایا کہ ہمارا قبلہ شاہ جی کے ساتھ استادی، شاگردی کا بھی دیرینہ تعلق ہے۔ کسی زمانے میں آستانہ گولڑہ شریف کے فیض یافتہ علامہ عبد الغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ میں بڑے بڑے اکابر علماء تعلیم حاصل کرتے تھے۔ ان میں حضرت قبلہ شاہ جی بھی تھے۔ میرے دادا جی کی نظرِ عنایت حضرت شاہ جی پر پڑی تو شاہ جی خاص ہو گئے اور امتحان میں سب سے اول پوزیشن علامہ سید ریاض حسین شاہ نے حاصل کی۔ ہم یہاں تبصرہ کرنے نہیں آتے، ہم تو یہاں حیدر حیدر کی صدائیں سننے آتے ہیں۔ پوری دنیائے اسلام میں حیدر حیدر کے نعرے کا بانی ادارہ تعلیمات اسلامیہ ہے۔ یہ ادارہ بلاشبہ حیدر حیدر کا سرکوبہ اور بانی ہے۔ کہیں اور سے اس نعرے کی گونج سنائی نہیں دیتی۔ یہ نعرہ آج کا نہیں ہے۔ یہ نعرہ حضور ﷺ کے دور میں بھی لگتا تھا۔ خود مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضور کے زمانے میں نعرۂ مستانہ لگوایا تھا۔ بہر حال ہم اس ادارہ اور آستان پر شاہ جی قبلہ کی زیارت کے لیے آتے ہیں یہی تو ہماری نجات کا بہانہ ہے۔

ڈاکٹر سرور حسین نقشبندی

محترم جناب ڈاکٹر سرور حسین نقشبندی لاہوری شاہ جی کے بطور خاص منظورِ نظر نعت گو شاعر ہیں۔ بہت اچھی اچھی نعتیں اور منقبتیں لکھتے بھی ہیں اور پڑھتے بھی ہیں۔ ملکی وبین الاقوامی سطح پر بہت دلچسپی سے سنتے اور سراہتے بھی ہیں۔ تفسیر ''تبصرہ'' کے حوالے

نقابت کے فرائض وقفے وقفے سے موقع محل کی مناسبت سے حافظ شیخ محمد قاسم بہت احسن طریق سے انجام دیتے رہے

سے لکھا گیا شعری نذرانہ بہت خوبصورت انداز میں فریم شدہ آپ نے بڑے ادب و احترام سے شاہ جی کی خدمت میں ڈھیر سارے پھولوں کے ساتھ پیش کیا اور SHN Brands oud series کے تیار کردہ چاروں varities

1.Oud Bliss

2.Oud Clust

3.Oud mystique and

4.Coffee Musk

قبلہ شاہ جی صاحب کی خدمت میں پیش کیں اور ڈھیر ساری دعائیں اپنی جھولی میں ڈالیں۔ بالآخر شاہ جی کے مواعظِ حسنہ، نصیحت آموز تربیتی نکات سماعت کرنے کے لیے انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں اور شاہ جی قبلہ کی خدمت میں حافظ قاسم نے دل تھام کر خطابِ سخن کی استدعا کی لیکن یہاں میں رک جاؤں گا۔ میرے قلم میں اتنی سکت نہیں کہ میں عالمِ اسلام کی بہت بڑی روحانی اور عظیم المرتبت عالمِ دین، نابغۂ عصر، نباضِ عصر، اور عبقری شخصیت، کے لیے کچھ لکھنے کی جسارت کرسکوں۔ نہ میرا اتنا علم، نہ شایانِ شان ذخیرۂ الفاظ اور نہ ادبی قرینہ۔ کہاں شاہ صاحب جیسی اولوالعزم اور فائز المقام شخصیت میں تو ان کے روبرو اُن کے پاؤں کی خاک کے ایک چھوٹے سے چھوٹے ذرے کی حیثیت بھی نہیں رکھتا۔ یہ تو شہنشاہ کی کرم نوازی، شفقت اور ظرف ہے کہ مجھ جیسے حقیر، ناچیز کو اپنی غلامی کا قلادہ پہنا رکھا ہے ورنہ میری اپنی حیثیت اور اوقات ہی کیا ہے؟ یہ تو مالکوں نے کرم کہ دیا ہے۔ کیا پدی اور کیا پدی کا شوربہ؟

مولا علی پاک اور بی بی پاک سلام اللہ علیہا کی اولاد کے شہزادے، شاہسوار اور چشم و چراغ کے بارے میں اُن کی شان کے مطابق کچھ لکھنے اور بیان کرنے کے لیے بھی کوئی قد کاٹھ کا وجود چاہیے۔ عظیم سکالر و عالمِ دین محترم جناب ڈاکٹر منظور حسین اختر قبلہ شاہ جی کے بطور خاص منظورِ نظر ہیں اور خلیفۂ مجاز کے عظیم مقام پر بھی فائز ہیں۔ یہ کام انہی کے حصے میں آتا ہے اور انہی کو زیبا ہے۔ ہم سب حضرت قبلہ شاہ جی کے فکر اور انقلاب انگیز اور روحانی خطاب کے ملفوظات، قیمتی اور آبِ زر سے لکھنے کے لائق نصیحتوں اور تربیتی احکامات کو ڈاکٹر صاحب والا شان کی رپورٹ میں ملاحظہ کریں گے۔ انشاءاللہ

حضرت قبلہ شاہ جی نے آخری کلمات میں حضرت بابا فرید الدین گنج شکر پاکپتن شریف کے آستانہ کے سجادہ نشین حضرت پیر دیوان احمد مسعود دامت برکاتہم سے درخواست کی وہ دعائیہ کلمات ادا فرمائیں۔

حضرت پیر دیوان احمد مسعود صاحب نے بڑے خوبصورت اور درد بھرے انداز میں ادارہ تعلیمات اسلامیہ کی مزید ترقی، شاہ جی کی صحت میں برکت اور دینِ مبین کے لیے اُن کی خدمات میں مزید رفعتوں اور خیر سگالی کے جذبات کا اظہار کیا۔ تمام امتِ مسلمہ کے اتحاد، سلامتی اور بقا کے عزم کا اظہار کیا۔ اسلام کے غلبے کے لیے خصوصی کلماتِ خیر ادا فرمائے۔ اسلام دشمن عناصر اور خاص طور پر اسرائیل و دیگر یہودی سازشوں کا جال اور شر اُنہی کی طرف پھیر دینے کی ربِّ کریم سے التجا کی۔ تمام حاضرینِ محفل کے علم، عمل، صحت، عمر اور رزق میں برکت کے لیے خصوصی دعا فرمائی اور یوں یہ تقریب رونمائی کی محفل دعائیہ کلماتِ خیر کے ساتھ اختتام پذیر ہوئی۔ تمام سنگی، حاضرین محفل نے برکت کے لیے شاہ جی کی زیارت بھی کی اور دست بوسی کا شرف بھی حاصل کیا۔

تقریبِ رونمائی کی "تبصرہ" کی خاص جھلکیاں

1۔ 5 اگست سوموار ادارہ تعلیماتِ اسلامیہ راولپنڈی میں انعقاد پذیر روحانی تقریب رونمائی میں لوگوں کی تعداد دیدنی تھی۔ لوگ جوق در جوق کشاں کشاں اس تقریب میں شرکت کے لیے مرشد کریم کے آستانہ پر حاضر ہوئے کیونکہ اس خوشی کے موقع پر شاہ جی نے خود ذاتی طور پر شریک ہونے کی دعوت دی تھی اور یہ اجتماع سالانہ اجتماع کا منظر پیش کر رہا تھا۔

2۔ لاہور سے 5 بڑی بسوں اور کم وبیش 85 چھوٹی بڑی گاڑیوں پر مشتمل قافلہ امیر قافلہ جناب علامہ ڈاکٹر منظور حسین اختر کی قیادت میں انفاق مسجد لاہور سے ادارہ تعلیماتِ اسلامیہ راولپنڈی پہنچا۔ اس کے علاوہ دیگر ضلعوں اور مختلف جگہوں سے لوگ قافلوں کی صورت میں اپنے مرشد خانہ حاضر ہوئے۔

3۔ ادارہ ہذا میں تمام مہمانوں کے لیے موسم کی مناسبت سے ٹھنڈے اور میٹھے مشروب کا وافر انتظام موجود تھا اور محفل کے اختتام تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

4۔ پہلی نشست کے اختتام پر کھانے اور عشاء کی نماز کا وقفہ کیا گیا۔ تمام سنگیوں اور مہمان حضرات نے لنگر کھایا یہ لنگر نمازِ عشاء سے لے کر پروگرام کے آخری لمحات تک جاری رہا۔ لنگر کا وسیع اور بہت اچھا انتظام کیا گیا تھا۔

5۔ 5 اگست کے اجتماع میں تشریف لانے والے حضرات ادارہ کے ساتھ ملحق ساداتِ عظام کے مزاراتِ مقدسہ پر حاضری دیتے رہے۔ درجات میں بلندی کے لیے دعا اور فاتحہ خوانی کرتے رہے۔

6۔ مسجد کے ہال کے مین گیٹ پر شاہ جی کی تصانیف، ترجمۃ القرآن اور تفاسیر تبصرہ کی کتب کا بہت خوبصورت سٹال لگایا گیا تھا جہاں کتب کی خرید کا سلسلہ چلتا رہا۔

7۔ کسی ناگہانی واقعہ سے بچنے اور احتیاط کے طور پر سکیورٹی پلان ترتیب دیا گیا اور ہر شخص کو معمولی چیکنگ کے بعد مسجد میں داخل ہونے کی اجازت دی گئی اور اس کے انچارج محمد شعیب (لاہور) تھے

8۔ مسجد کا صحن اور ہال محافل کے دوران کھچا کھچ بھرا رہا۔

9۔ لائیو کوریج کے لیے پراجیکٹرز، LED، ملکی وغیر ملکی دیگر وابستگان کے لیے سوشل میڈیا اور انٹرنیٹ کی مدد سے پروگرام سے براہِ راست استفادہ اور منسلک رہنے کی سہولت میسر رہی۔ لاکھوں، کروڑوں لوگ مستفید ہوئے۔

10۔ سپیکر اور ساؤنڈ سسٹم کا انتظام نہایت اعلیٰ، مثالی اور قابلِ داد تھا۔

11۔ جامع مسجد غوثیہ ادارہ ہذا کے وسیع و عریض ہال کے بائیں جانب آراستہ و پیراستہ سٹیج جاذبیت، کشش اور کمپیوٹرائز ڈ قمقموں کی روشنی میں دل موہ لینے والا تھا۔

12۔ نقابت کے فرائض وقفے وقفے سے موقع محل کی مناسبت سے حافظ شیخ محمد قاسم بہت احسن طریق سے انجام دیتے رہے۔ مہمانانِ گرامی، مشائخ، علماء، پیرانِ عظام و دیگر علمی، ادبی اور روحانی شخصیات کو اُن کی آمد پر خوش آمدید کہتے رہے اور ساتھ ساتھ سامعین و حاضری کو اُن کا تعارف بھی کرواتے رہے۔

13۔ حافظ شیخ محمد قاسم جو کہ ادارہ ہذا کے ڈپٹی

ڈائریکٹر کے عہدہ پر فائز ہیں اور شاہ جی قبلہ کے خاص طور پر منظور نظر ہیں۔ تقریبِ سعید کے تمام انتظامات اور جملہ امور کا جائزہ لیتے رہے اور اپنی ٹیم کے رفقاء اور منتظمین کو ہدایات دیتے رہے اور معزز مہمانوں کو سٹیج پر اُن کی شایانِ شان مخصوص جگہ پر بٹھاتے رہے۔ امن و سکون سے تمام پروگرام چلتے رہے۔ حافظ قاسم ماشاء اللہ شاہ جی کی دعاؤں سے ہر فن مولا ہیں۔ ہر قسم کی ڈیوٹی اور شاہ جی کی طرف سے تفویض کردہ احکامات کو بطریقِ احسن، نفاست اور سلیقہ مندی سے انجام دینے کا قرینہ خوب جانتے ہیں۔ حافظ قاسم اور اُن کی تمام ٹیم مبارکباد کی مستحق ہے اور ان کی کارکردگی نہایت قابلِ ستائش رہی۔

14۔ یہ پُروقار تقریبِ سعید ہر لحاظ سے خالصتاً روحانی تھی، کسی سیاسی شخصیت یا حکومتی نمائندے کو دعوت نہ دی گئی۔ تمام حاضرین، سامعین اور خصوصاً معزز مہمانانِ گرامی مذہبی اور روحانی جذبے کا عکاس تھے۔

15۔ نظم وضبط (Discipline) کے لحاظ سے اجتماع کی تمام سرگرمیاں، کوششیں، قابلِ تحسین، قابلِ داد اور نہایت تسلی بخش تھیں۔

16۔ بحمدہٖ تعالیٰ حضرت قبلہ شاہ جی کی ''تبصرہ'' کے عنوان سے تفاسیر کی نو جلدیں مکمل ہو چکی ہیں اور دستیاب ہیں۔ اس کے علاوہ سورۂ یاسین، سورۃ یوسف، سورۂ رحمان، سورۂ واقعہ، سورۂ ملک، سورۃ الجن، انتیسواں پارہ اور تیسویں پارے کی تفاسیر تبصرہ الگ سے بھی موجود اور دستیاب ہیں۔

17۔ حافظ محمد قاسم نے آٹھویں اور نویں جلد کی تقریب رونمائی میں بتایا کہ آٹھویں جلد سورۂ یونس، سورۂ ہود، سورۂ یوسف، سورۂ الرعد اور سورۂ ابراھیم کی مجموعہ ہے اور نویں جلد تبصرہ سورۃ الحجر، سورۃ النمل، سورۂ بنی اسرائیل، سورۃ الکہف اور سورۂ مریم کا مجموعہ ہے۔

18۔ تبصرہ تقریبِ رونمائی کی دوسری نشست میں موقع محل کی مناسبت سے عشق و مستی کی کیفیت میں حیدر! حیدر! حیدر! کی صدائیں بلند ہوتی رہیں۔

ادارہ تعلیمات اسلامیہ زندہ باد
فیضانِ سید ریاض حسین شاہ زندہ باد
اسلامی جمہوریہ پاکستان زندہ باد

بقیہ: ایں سعادت بزور بازو نیست

وھم یلعبون
جب ان کو کوئی تازہ نصیحت کی جاتی ہے تو یہ کھیل کود میں مصروف ہو جاتے ہیں۔

یہ کہتے ہیں کہ ہم کرکٹ کھیل رہے ہیں ہمیں ڈسٹرب نہ کرو۔ بہت سے سبق شاہ جی اس جملہ میں دے گئے سمجھنے والے سمجھ سکتے ہیں۔ شاہ جی نے پروفیسر عرفان جمیل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ مکتب اہل حدیث سے تعلق رکھتے ہیں کیا ان کے علماء کی تفاسیر موجود نہیں، علماء دیوبند کی تفاسیر کم تو نہیں لیکن یہ ہماری تحریک میں کیا جاذبیت (attraction) محسوس کرتے ہیں۔ یاد رکھنا حالات کے تقاضوں کے مطابق سوچا جاتا ہے جب یہود کا مقابلہ ہوگا تو مولا علی کو ہی یاد کیا جائے گا۔

اپنے سامعین کو نصیحت کرتے ہوئے شاہ جی نے فرمایا کہ اپنی نسلوں کو حیدر حیدر کرنا سکھاؤ۔ قرآن پاک کی تعلیم کی طرف ایک مرتبہ پھر توجہ دلاتے ہوئے شاہ جی نے فرمایا کہ پانچ بندے بھی ملیں تو ان کو قرآن پڑھاؤ۔

تفسیر کے بارے گفتگو کرتے ہوئے حضرت مفسر قرآن نے فرمایا کہ الحمدللہ تیرہ 13 جلدیں چھپ چکی ہیں۔ 15000 صفحات مکمل ہو چکے ہیں۔ تفسیر ''تبصرہ'' کا بنیادی نکتہ کیا ہے اس کا جواب دیتے ہوئے شاہ جی نے فرمایا کہ میری تفسیر کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ:

''ہمارے وقت میں قرآن ہماری راہنمائی کیسے فرماتا ہے''۔

شاہ جی نے بتایا کہ

''میری والدہ کا مجھے حکم تھا کہ قرآن کی تفسیر لکھنا ہو تو کوئی میلا لفظ نہ لکھنا بلکہ سونے سونے اجلے اجلے لفظ ڈھونڈ کر قرآن کی تفسیر میں رقم کرنا''۔

قارئین شاہ جی کے اس جملہ کی عملی تصویر ''تفسیر تبصرہ'' میں دیکھ سکتے ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے شاہ جی الفاظ کے سمندر میں غوطہ زن ہوتے ہیں اور پھر ایک ایک مفہوم کے لیے اعلیٰ سے اعلیٰ لفظ چنتے ہیں اور پھر موتیوں کی طرح انہیں ''تبصرہ'' میں پرو دیتے ہیں۔

''تبصرہ'' کے ہر جملہ میں آپ کو
کہیں موتی نظر آتے ہیں
تو کہیں ستارے
کہیں جگنو نظر آتے ہیں
تو کہیں پھول رقص کناں نظر آتے ہیں
کہیں کہکشائیں جگمگ جگمگ کرتی نظر آتی ہیں
تو کہیں پورے کا پورا گلشن پھولوں سمیت مہکتا دکھائی دیتا ہے۔
کبھی اندھیرا چھٹتا ہوا محسوس ہوتا ہے
تو کبھی نور اُمڈتا ہوا نظر آتا ہے
''تفسیر تبصرہ'' الفاظ کا مجموعہ نہیں
موتیوں کی لڑی ہے
''تفسیر تبصرہ'' حروف کا خزینہ نہیں
پھولوں کا گلشن ہے
اس سے ''آج'' کا سبق سیکھا جا سکتا ہے
اس میں اُمت کا مستقبل دیکھا جا سکتا ہے
اس میں خوشبو ہی خوشبو ہے
اس میں روشنی ہی روشنی ہے
اس میں عشق و مستی کے نرالے انداز محسوس کیے جا سکتے ہیں
گویا تبصرہ الہامی دستاویز ہے
یہ لکھی نہیں گئی لکھوائی گئی ہے
یہ محبت والوں کے دلوں تک پہنچائی گئی ہے
یہ ایک تحریک ہے
یہ ایک مشن ہے
یہ لافانی خزانہ ہے جو رہتی دنیا تک قائم رہے گا
قیامت تک مسلمان اس سے مستفید ہوتے رہیں گے
اس کا فیض جاری رہے گا
اس کا مفہوم محفوظ رہے گا
اس سے سینے جگمگاتے رہیں گے
اس سے دل جلا پاتے رہیں گے
پروفیسر عرفان جمیل نے کتنا خوبصورت جملہ کہا تھا کہ ''تفسیر تبصرہ'' پڑھ کر ثابت ہو جاتا ہے کہ پیروں کو کشف ہوا کرتا ہے
''تفسیر تبصرہ'' کی بنیاد صرف علم نہیں
اس کا مخزن صرف عقل نہیں
یہ کرامتِ تحریر ہے
یہ فضلِ ربی ہے
''ایں سعادت بزور بازو نیست''
یہ کسی کسی کی قسمت ہوا کرتی ہے
شاہ جی کی کیسے نہ ہو، ان کے اندر بابِ علم کا خون ہے
''تفسیر تبصرہ'' دلیل ہے کہ شاہ جی بابِ علم کے بیٹے ہیں، اس سے بڑھ کر اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

عظمت صحابہ کی آڑ میں
کبار اصحاب رسول اور اہل بیت اطہار سے ناانصافیاں

ڈاکٹر طارق محمود احمد

ڈاکٹر طارق محمود احمد انجمن طلباء اسلام کے پرانے راہنما ہیں، دین کا درد رکھنے والا دل اور سنجیدہ فکر شخصیت رکھتے ہیں۔ دورِ حاضر میں یہود کی جانب سے امت مسلمہ پر انڈیلے جانے والے فتنوں کو جس نظر سے ڈاکٹر طارق محمود احمد نے دیکھا اسے اپنے اس مضمون میں بیان کر دیا ہے۔ یہ مضمون یقیناً ان کے دردِ دل کی عکاسی کرتا ہے۔ بہرحال ادارہ کے لیے کسی بھی مضمون نگار کی رائے سے کامل اتفاق ضروری نہیں۔ (ادارہ)

وجہ تحریر چند روز قبل راقم کو ایک محفل ذکر حسین رضی اللہ عنہ میں شرکت کا اتفاق ہوا جس کے دوران مقرر عالم دین نے تقریباً ایک گھنٹہ گفتگو کی جس کے دوران انہوں نے دس منٹ شہداء کربلا کا ذکر کیا جبکہ پچاس منٹ حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا ذکر خیر کیا۔ اسی طرح تین بار حضرت امام حسین علیہ السلام کا ذکر کیا تو تیرہ دفعہ حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا نام لیا جو میرے نزدیک صریح زیادتی تھی۔ پروگرام کے بعد بندہ ناچیز کے توجہ دلانے پر عالم دین صاحب نے فرمایا کہ اس دور میں دفاع حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ذکر شہداء کربلا سے زیادہ ضروری ہے۔ کچھ ایسا ہی منظر سوشل میڈیا پر بھی دکھائی دے رہا ہے جہاں صحابہ کرام میں سے صرف حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے جھوٹے سچے فضائل بیان کر کے سرتوڑ کوشش کی جا رہی ہے کہ انہیں خلفاء راشدین کے بعد مسلمانوں کی سب سے بڑی شخصیت کے طور پر پیش کیا جائے جو افضل صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار سے حد درجہ زیادتی ہے جس کو اجاگر کرنے کے لیے یہ مضمون تحریر کیا گیا ہے صحابی صحبت سے مشتق ہے جس کی رو سے جس فرد نے بھی حالت ایمان میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی اور ایمان کی حالت میں ہی وفات پائی وہ صحابی ہے۔ اس طرح حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک نظر دیکھنے والا بھی صحابی ہے اور ساری زندگی ساتھ رہنے والا بھی صحابی ہے لیکن حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام میں افضلیت کا متفقہ معیار صرف صحبت رسول ہی ہے سو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے کوئی صحابی اتنا ہی افضل ہے جتنی کہ اس کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی ہو۔ علاوہ ازیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مال غنیمت کی تقسیم کے دوران صحابہ کرام کے درجات کی درجہ بندی بھی کر دی تھی جس کی افضلیت کے لحاظ سے وسیع البنیاد تشریح کچھ اس طرح ہے:

سابقون الاولون عشرہ مبشرہ، مہاجرین حبشہ اول، مہاجرین حبشہ دوم، مہاجرین مکہ، انصار مدینہ، بدری صحابہ کرام، احد، احزاب اور خیبر کی جنگوں میں شرکت کرنے والے صحابہ کرام بیعت رضوان اللہ علیہم اجمعین اور بعد ازاں فتح مکہ کے وقت مسلمان ہونے والے صحابہ کرام علاوہ ازیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خصوصی تعلق اور دیگر فضائل کی بنا پر افضل صحابہ کرام فضیلت میں سب سے آخری درجہ فتح مکہ کے وقت رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحم دلی کی وجہ سے قتل ہونے سے بچ جانے والے تقریباً دو ہزار صحابہ کا ہے جنہیں طلیق کا لقب دیا اور طلقاء میں سے بعض کو سازشوں اور شرارتوں سے باز رکھنے کے لیے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خصوصی مالی مراعات دیں جنہیں مولفہ القلوب طلقاء کہا جاتا ھے جو طلقاء میں بھی افضلیت کے لحاظ سے سب سے آخری درجے پر ہیں۔ دوسری طرف نبی کریم کی امہات سمیت تمام گھر والے اہل بیت میں شامل ہیں جن کو افضلیت کے لحاظ سے سب سے مقدم رکھا گیا ہے لیکن حضرت فاطمہ الزہرا جن سے آپ کی نسل چلی ان کے شوہر نامدار حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ان کے صاحبزادگان حسنین کریمین کی افضلیت خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے بار بار بیان فرمائی۔ کتب احادیث گواہ ہیں کہ کبار صحابہ کرام اور خصوصاً شیخین کریمین نے صحابہ کرام پر اہل بیت کی افضلیت کو تہہ دل سے تسلیم کیا جس کی ایک مثال حضرت عمر فاروق کے دور خلافت میں حضرت عبداللہ ابن عمر اور حسنین کریمین کی بچپن میں ایک تکرار کا واقع ہے جس میں امام حسین علیہ السلام نے ابن عمر کو کہا کہ آپ ہمارے غلام ہیں تو وہ شکایت لے کر خلیفہ وقت اپنے والد کے پاس گئے۔ ان کی بات سن کر امیر المومنین نے فرمایا کہ اگر انہوں نے واقعی ایسی بات کہی ہے تو ان سے یہ الفاظ لکھا لاؤ اور اگر حسین ابن علی یہ بات لکھ کر دے دیں تو یہ تحریر ہمارے لیے جنت کا پروانہ ہوگی۔ اسی طرح حضرت شہر بانو سے نکاح کے وقت بھی خلیفہ وقت نے اپنے بیٹے کو عام فرد قرار دیا جبکہ حضرت امام حسین علیہ السلام کو شہزادہ قرار دے کر ایرانی شہزادی شہر بانو کا نکاح اصل شہزادے امام حسین علیہ السلام سے فرما دیا۔ دیگر کتب احادیث اٹھائیں تو پتہ چلے گا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اہل بیت کو کس حد تک لائق احترام اور افضل سمجھتے تھے۔ اہل سنت کا چودہ سو صدیوں سے یہی ہے لیکن کچھ عرصے سے ہمارے ہی بعض دوستوں نے اہل بیت اطہار اور دیگر صحابہ کرام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کو محبوب خدا سے قربت یا دیگر متفقہ معیاروں کی بنا پر افضلیت ہے ان کے تذکروں کو پس پشت ڈال کر زندگی بھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگیں لڑنے والے اور مغلوب ہونے کی صورت میں جان کے خوف سے مسلمان ہونے والے بعض طلقاء اور شرارتوں وسازشوں سے باز رہنے کے عوض مال وصول کرنے والے ان مؤلفہ القلوب کے فضائل کو بڑھا چڑھا کر سینکڑوں صفحات پر مشتمل سوانح عمریاں تحریر کرنا شروع کر دی ہیں، جو افضلیت کے لحاظ سے آخری درجے پر ہیں اور جن کی وجہ شہرت بھی اہل بیت سے تنازعات ہے۔ ہمارا موقف ہے کہ اگر صحابہ کرام کے فضائل اور حالات زندگی پر کتابیں لکھنی ہیں تو پہلے سابقون الاولون اور پھر عشرہ مبشرہ میں شامل حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبد الرحمن بن عوف، حضرت ابو عبیدہ بن الجراح، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت سعید بن زید پر لکھی جائیں جن کی سوانح حیات پر چند صفحات کے علاوہ کوئی مواد دستیاب نہیں ہے۔ اسی طرح مختلف فضیلتوں کے مالک حضرت ابوذر غفاری، حضرت ابو ایوب انصاری، حضرت سلمان

فارسی، سیدنا بلال حبشی، حضرت مقداد، حضرت جابر بن عبداللہ انصاری، حضرت معاذ بن جبل، حضرت انس بن مالک، حضرت عمار بن یاسر، حضرت حذیفہ بن یمان، حضرت عبداللہ ابن رواحہ، حضرت عبداللہ ابن مسعود اور سعد بن عبادہ جیسی عظیم ہستیوں جن کی سوانح پر کوئی کتاب دستیاب نہیں ہے، ان کی حیات مبارکہ پر کتابیں لکھی جانی۔ یہ سوال اٹھانا کہ عشرہ مبشرہ، افضل صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار کو نظر انداز کر کے کم و بیش ایک لاکھ صحابہ کرام میں سب سے آخر میں اسلام لانے والے اور دین کے لیے کوئی جانی و مالی قربانی نہ دینے والے بلکہ مالی مفادات حاصل کرنے والے ایک طلیق و مؤلفہ القلوب رتبے کے صحابی کی شان میں ضخیم کتابیں لکھنا صریح ناانصافی ہے تو اس موقف پر رافضیت کے فتوے لگانا کہاں کا انصاف ہے۔ کم و بیش ایک لاکھ صحابہ کرام پر بھاری مذکورہ طلیق صحابی کے فضائل بیان کرتے ہوئے احباب اس حقیقت کو قطعاً فراموش کر دیتے ہیں کہ فضائل کے ہر شعبے میں ان سے بدرجہا افضل صحابہ کرام موجود ہیں جن کی عظمت کو عظمت صحابہ کے یہ تنگ نظر دعوے دار معمولی اہمیت بھی نہیں دے رہے جس کی چند مثالیں پیش خدمت ہیں:

خال المسلمین حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بے شک ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں لیکن یہ بات چھپائی جاتی ہے کہ وہ اپنے والد اور بھائی کی مرضی کے خلاف اوائل اسلام میں ہی اپنے پہلے خاوند کے ہمراہ مشرف باسلام ہو چکی تھیں۔ آپ نے اپنے خاوند کے ہمراہ پہلی ہجرت حبشہ میں حصہ لیا لیکن بدقسمتی سے وہاں آپ کا پہلا خاوند مرتد ہو گیا۔ یوں وہ بہت دکھی حالت میں حبشہ سے واپس لوٹیں تو رسول کریم ﷺ نے ایک سردار کی بیٹی ہونے کے ناطے دلجوئی کی خاطر ان سے نکاح فرمایا۔ اس نکاح کے بعد مسلمانوں کے مذکورہ ماموں جان نے اپنے والد محترم کی سربراہی میں اپنے بہنوئی کے خلاف امکاناً خونریز جنگوں میں حصہ لیا جن میں ان قریبی رشتے داروں نے اپنے داماد یعنی رحمت عالم کو جانی نقصان پہنچانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ تاریخ میں مشہور واقع ہے جب صلح حدیبیہ ختم ہونے کے بعد حضرت ابوسفیان نے مدینہ منورہ آ کر اپنی بیٹی ام المومنین کو سفارش کے لیے کہا تو ام حبیبہ نے انہیں اپنے بستر سے یہ کہہ کر اٹھا دیا کہ اس پر رسول کریم ﷺ تشریف فرما ہوتے ہیں۔ اب اگر حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ باامر مجبوری مسلمان ہو گئے تو عظمت صحابہ کے نام نہاد دعوے داروں نے انھیں مسلمانوں کا سب سے بڑا ماموں بنا دیا جبکہ رسول کریم ﷺ نے گیارہ نکاح فرمائے اور ہر ام المومنین کے یقیناً بھائی بھی ہوں گے لیکن ان سب کا کبھی بھی ذکر نہیں کیا جاتا۔ دیکھا جائے تو اصل اور ذکر کے قابل خال المسلمین تو حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر یا حضرت عبداللہ ابن عمر ہیں جن کے والدین نے اپنی بیٹیوں کے نکاح خوشی سے نبی کریم ﷺ سے کیے۔ کوئی یہ بتانا پسند فرمائے گا کہ ان بدرجہا اولی ماموؤں کی شان میں کون سی کتابیں لکھی گئی ہے اور ان کے عرس منانے یا ان کے نام پر مسجدیں بنانے میں کیا امر مانع ہے۔

کتابت وحی

بعض احباب حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا رتبہ بڑھانے کے لیے انھیں کاتبین وحی میں بھی شامل کرتے ہیں جس کی حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابوسفیان نے نبی کریم ﷺ کی روادارانہ طبعیت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے بیٹے کو کوئی منشیانہ ذمہ داری سونپنے کی درخواست کی جس کو سرکار دو عالم ﷺ نے قبول فرمایا اور کچھ لکھنے کے لئے بھی ضرور کہا ہو گا لیکن چونکہ فتح مکہ اور وصال رسول ﷺ کے درمیان کچھ زیادہ وقفہ نہیں ہے اور قرآن مجید کا بھی بہت تھوڑا حصہ اس عرصے میں نازل ہوا تو سوچنا چاہیے کہ مکہ کا ایک رہائشی اس مختصر عرصے میں مدینہ شریف میں نازل ہونے والے قرآن مجید کی کتنی کتابت کر سکا ہو گا جبکہ کتب احادیث میں تقریباً 116 کاتبین وحی بیان کیے جاتے ہیں اور اصل کاتبین وحی کی فہرست میں صرف حضرت زید بن ثابت انصاری، سیدنا عامر بن فہیرہ، حضرت ابی بن کعب اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کے اسماء گرامی ملتے ہیں۔ سو اگر کتابت وحی کے حوالے سے نام بیان کرنے ہوں تو دیگر گمنام کاتبان وحی صحابہ کے بھی لیے جانے چاہیں اور اگر افضلیت بیان کرنے کے لئے کتابیں لکھنی ضروری ہوں تو چار اصل کاتبین وحی کی شان میں لکھی جانی چاہیں نہ کہ کسی ایسی شخصیت کو ناروا طور پر بڑا کاتب وحی ظاہر کیا جائے جس کا قرآن مجید کی کتابت میں کوئی قابل ذکر کردار ہی نہیں ہے۔

مجتہد حضرت امیر معاویہ کے شیدائی انہیں مجتہد کا درجہ بھی دیتے ہیں جبکہ مسند اجتہاد پر فائز ہونے کے لیے جس درجہ دینی سوجھ بوجھ اور فہم و ذکا کی ضرورت ہوتی ہے وہ مکہ میں رہائش پذیر ایک ایسے نو مسلم میں پیدا ہونا ممکن ہی نہیں جس کے اسلام لانے کے تقریباً ڈیڑھ سال بعد رسالت مآب ﷺ کا وصال ہو گیا ہو اور انہیں بارگاہ رسالت سے اکتساب فیض کا کوئی خاص موقع بھی نہ ملا ہو۔ یہ امر سمجھ سے بالاتر ہے کہ ابن عباس، ابن عمر، عبداللہ ابن مسعود اور معاذ بن جبل سمیت دیگر متعدد نامی گرامی مجتہدین کو نظر انداز کر کے صرف حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو ہی عظیم مجتہد کیوں ظاہر کیا جا رہا ہے اور اصل مجتہدین کے عرس کیوں نہیں منائے جاتے یا ان کی ضخیم سوانح عمریاں کیوں نہیں لکھی جاتیں۔

عظیم سیاست معاویہ

ہمارے کچھ معصوم احباب کو چودہ سو سال بعد پتہ چلا ہے کہ حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ عظیم سیاستدان تھے جس کے بعد انہوں نے سیاست معاویہ زندہ باد کے نعرے لگانے شروع کر دیے ہیں جبکہ کتب احادیث اور تاریخ بتاتی ہیں کہ آپ کا طرز سیاست موجودہ دور کی خالصتاً دنیا دارانہ سیاست کا پرتو اور خلفائے راشدین کے بالکل برعکس تھا جس کی چند مثالیں پیش خدمت ہیں حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے گورنر شام کی حیثیت سے خلیفہ راشد حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف قصاص عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے خروج کیا لیکن اقتدار حاصل کرنے کے بعد خون عثمان رضی اللہ عنہ کو مکمل طور پر فراموش کر دیا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ایک قاتل کو بھی کیفر کردار تک نہ پہنچایا کیونکہ قصاص عثمان کا سیاسی بیانیہ صرف اقتدار حاصل کرنے کے لیے اختیار کیا گیا تھا جبکہ ان سے کچھ عرصہ بعد ہی جب مختار ثقفی نے خون حسین کا بدلہ لینے کی ٹھانی تو ایک ایک قاتل حسین کو چن چن کر کیفر کردار تک پہنچایا جو اس کے عزم کو ظاہر کرتا ہے۔ اگر حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ قصاص عثمان رضی اللہ عنہ میں سنجیدہ ہوتے تو وہ محبان مولا علی اور سیاسی اختلاف رکھنے والے اصحاب رسول کو شہید کروانے کی بجائے قاتلان عثمان کو نشان عبرت بناتے۔ جنگ صفین میں شکست سامنے دیکھ کر جان بچانے کے لیے قرآن مجید کو حکم بنانے کی سیاست کی اور بعد ازاں اپنے ثالث کے ساتھ سازباز کر کے تحکیم اور استعفیٰ سے مکر گئے۔ حضرت امام حسن علیہ السلام کی سپاہ کثیر کو دیکھ کر اقتدار حاصل کرنے کے لیے خالی کاغذ پر شاہی مہر لگا کر حضرت امام حسن علیہ السلام کو اس پیغام کے ساتھ ارسال کیا کہ آپ جو شرائط لکھیں گے وہ منظور ہوں گی۔ جب صلح کے بعد مکمل اقتدار مل گیا تو ایک آدھ کے سوا صلح کی

ہر شرط سے منحرف ہو گئے۔ صلح حسن کی اس واضح شق کی موجودگی میں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنا جانشین مقرر نہیں کریں گے اور اگلا حکمران شوریٰ کا مقرر کردہ خلیفہ ہوگا حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا اس شق سے رو گردانی کرتے ہوئے قیادت کے اہل اصحاب رسول اور امام علیہ السلام سے کسی مشاورت کے بغیر اپنے فاسق فاجر بیٹے یزید کو ولی عہد نامزد کرنا اور اپنی زندگی ہی میں اس کی بیعت کے لئے ہر جائز و ناجائز حربہ استعمال کرنا ان کی سیاست کا وہ اندوہناک باب ہے جس کا خمیازہ چودہ سو سال بعد آج بھی امت مسلمہ بھگت رہی ہے کیونکہ آپ کی یہ فاش غلطی واقعہ کربلا کی وجہ بنی اور امت دو فرقوں اہلسنت و اہل تشیع میں تقسیم ہو گئی۔ اگر یہی عظیم سیاست ہے تو اس کو دور ہی سے سلام اور اگر سیاست کو سلام کرنا ہے تو وہ پھر خلفاء راشدین کی ہے۔

اب بندہ ناچیز محبان اھل بیت اور افضلیت صحابہ کے ہر علمبردار پر رافضیت کا فتویٰ لگانے والے احباب کی آنکھیں کھولنے کے لیے بتانا چاہتا ہے کہ اصل اور اولین رافضی و ناصبی کون سا گروہ تھا۔ جیسا کہ تمام صاحب علم جانتے ہیں کہ حرمت اہل بیت اور صحابہ کرام کو برا کہنے سے منع کرنے کا پہلا حکم در اصل صحابہ کرام کے لیے ہی تھا جس کا اطلاق رہتی دنیا تک ہوتا رہے گا۔ بدقسمتی سے صحابی کہلانے والے حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے نبی رحمت کے وصال سے صرف تیس پینتیس سال بعد کلی اقتدار ملنے کی صورت میں سرکار دو عالم ﷺ کے فرامین کو فراموش کرتے ہوئے اہل بیت واصحاب رسول پر سب و شتم کا لامتناہی سلسلہ شروع کر دیا جس کی چند مثالیں پیش خدمت ہیں:

جنگ صفین کے بعد حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی میں اپنی حکمرانی کے حق میں ایک خطبہ دیا۔ اس وقت مسجد نبوی میں حضرت عبداللہ ابن عمر بھی موجود تھے جنھیں دیکھ کر حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس مجمع میں کون ہے جس سے اور اس کے باپ سے بھی میں خلافت کا زیادہ حق دار نہیں ہوں جس پر ابن عمر تلملا کر رہ گئے۔ اب جو شخص اپنے آپ کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ خلافت کا حقدار قرار دے اس سے بڑا رافضی کون ہو سکتا ہے۔ یاد رہے کہ انہیں حضرت عبداللہ بن عمر کو اموی کارندوں نے دوران حج زہر سے بجھی برچھی مار کر زخمی کیا جس کے بعد انہوں نے شہادت پائی۔ اسی طرح کا سانحہ حضرت عبد الرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیش آیا جب حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے کار خاص اور گورنر مدینہ مروان ملعون نے دوران خطبہ کوئی انتہائی ناروا بات کہی جس پر حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے احتجاج کیا تو مروان نے ان کی گرفتاری کا حکم دے دیا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ دوڑ کر مسجد نبوی سے ملحقہ اپنی سگی بہن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں داخل ہو گئے جبکہ مروان ان کا پیچھا کرتے ہوئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے دروازے تک جا پہنچا اور اونچی اونچی آواز میں ابن ابوبکر اور ان کے خاندان کو برا بھلا کہنے لگا جس کا جواب حجرے کے اندر سے ام المومنین نے انتہائی سختی سے دیا۔ اگر رافضیت صحابہ کرام کو برا بھلا کہنا ہے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان کو برا بھلا کہنے سے بڑی رافضیت کیا ہو سکتی ہے۔

حضرت معاویہ بن ابوسفیان دیگر اصحاب رسول کو بھی حضرت مولا علی پر سب وشتم کرنے کا کہتے تھے جس کی سب سے بڑی مثال حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی ہے جنھوں نے سر دربار اس قبیح فعل سے انکار کیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تو حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے قہر سے بچ گئے لیکن حضرت حجر بن عدی شہید جیسے کئی جید اور کبار صحابہ کو حضرت علی علیہ السلام کی مدح اور گرفتاری کے دوران ان پر لعنت نہ کرنے کی وجہ سے انتہائی بے دردی سے شہید کر دیا گیا۔ اب ناصبیت کے حوالے سے بھی لاکھ پر بھاری ان صحابی رسول کا کردار دیکھ لیں۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ ربّ کریم اور نبی مکرم نے اہل بیت کی محبت و تکریم کو جزو ایمان قرار دیا اور ان پر سب وشتم یا ان سے بغض کو گناہ عظیم گردانا ہے۔ حضرت امیر معاویہ نے خلیفہ راشد حضرت مولا علی کے خلاف خروج کیا اور عنان اقتدار سنبھالنے کے بعد اپنے گورنروں کو برسر منبر حضرت مولا علی پر سب وشتم اور لعنت کا حکم دیا۔ یہاں تک کہ مسجد نبوی میں گورنر مدینہ مروان کا ہر خطبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر گالم گلوچ سے لبریز ہوتا تھا جس کی وجہ سے حسنین کریمین سالہا سال مسجد نبوی میں نمازیں پڑھنے سے قاصر رہے۔ افسوس کہ یہ سلسلہ صلح امام حسن علیہ السلام میں مذکورہ شرط ماننے کے بعد بھی بند نہ کیا گیا۔ حضرت امام حسن علیہ السلام کو باقاعدہ پلاننگ کے تحت زہر دیا گیا اور شہادت کے بعد ان کے جنازے پر گورنر مروان کے فوجیوں نے تیروں کی بارش کر دی جن میں سے کئی تیر امام پاک کی میت مبارک میں پیوست ہو گئے جس کی وجہ سے جنازہ گھر واپس لانا پڑا اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے اجازت ملنے کے باوجود امام حسن علیہ السلام کو روضہ نبوی میں دفن کرنے کی اجازت نہ دی گئی۔ اسی دوران جب دوبارہ جنازے کی نوبت آئی تو جب حضرت امام حسین علیہ السلام جنازہ پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے تو مروان ملعون نے انہیں دھکا دے کر گرا دیا اور جلدی جلدی خود ہی جنازہ پڑھا کر حضرت امام حسن علیہ السلام کے جسد خاکی کو زبردستی جنت البقیع میں دفن کروا دیا۔ حضرت امام حسن علیہ السلام کی شہادت کی خبر جب حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے دربار میں پہنچی تو آپ نے اس پر خوشی کا اظہار کیا اور جب وہاں پر موجود ایک صحابی نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا تو حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے سخت اظہار ناپسندیدگی کرتے ہوئے کہا کہ کیا تمہارے نزدیک حسن کی موت مسلمانوں کے لئے کوئی مصیبت ہے۔ اہل بیت کے سرخیل حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حسنین کریمین سے حضرت امیر معاویہ کے بغض ومخالفت کے حوالوں سے احادیث اور تاریخ کی کتابیں بھری پڑی ہیں پھر بھی اگر کسی کو ان میں باہمی محبت نظر آتی ہے تو اس کا کوئی علاج نہیں۔

مشاجرات صحابہ

اکثر یہ لفظ سننے میں آتا ہے لیکن ہمارے ہاں اب اس کا استعمال حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان اختلافات کے بارے میں ہی کیا جا رہا ہے اور اس کی آڑ لے کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف سنت سیاسی معاملات اور بادشاہانہ طرز حکمرانی پر موجود ہزاروں کی تعداد میں احادیث کو بیان کرنے سے منع کیا جاتا ہے جبکہ در حقیقت مشاجرات صحابہ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر یا دیگر صحابہ کرام میں اختلافات کا نام ہے۔ حضرت مولا علی اور حضرت امیر معاویہ کے درمیان اختلافات کے سلسلے میں مختلف علماء کا مختلف موقف ہے لیکن اس سلسلے میں سب سے زیادہ وزنی موقف خود حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ہے جو اکثر فرمایا کرتے تھے کہ مولا اور طلقاء کا کیا مقابلہ

ہے۔ سو بہتر ہے کہ اس معاملے کو مشاجرات صحابہ و طلقاء ہی سمجھا جائے اور اس معاملے میں حق پر مبنی احادیث بیان کرنے کو رافضیت قرار نہ دیا جائے۔

افضلیت امیر معاویہ

دور طالب علمی میں ہمیں ایک وہابی رائٹر کی کتاب رشید ابن رشید فی خلافتِ معاویہ و یزید کے ذریعے پتہ چلا کہ یزید مردود اور اس کے والد صاحب کو افضل سمجھنے والے بھی کچھ لوگ ہیں لیکن اسے وہابیت کا شاخسانہ سمجھ کر دماغ سے محو کر دیا۔ بعد ازاں بڑی مدت تک یہ موقف سپاہ صحابہ نے اپنائے رکھا جو دیوبندی مکتبہ فکر کی ترجمان ہے۔ اب جب ہمارے کچھ احباب نے بھی یہ موقف اپنا لیا ہے تو اس پر بات کرنا ضروری ہو گیا ہے۔ ویسے تو اوائل اسلام سے ہی محدثین و فقہاء کی واضح اکثریت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل کی قائل نہیں تھی لیکن حضرت امام احمد بن حنبل کے استاد امام اسماعیل راہویہ نے دو ٹوک موقف اپنایا کہ حضرت امیر معاویہ کے فضائل میں ایک بھی صحیح حدیث نہیں ہے۔ اسی طرح مشہور محدث امام جوزی نے آج سے ایک ہزار سال قبل موضوع یعنی من گھڑت احادیث پر تحقیق کر کے اپنی شہرہ آفاق کتاب الموضوعات لکھی جس کا حال ہی میں اردو ترجمہ بھی منظر عام پر آ چکا ہے۔ اس کتاب میں امام جوزی نے فضائل امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں بیان کردہ ہر حدیث کو من گھڑت قرار دیتے ہوئے یہ تک لکھ دیا کہ کسی حدیث کے جھوٹا ہونے کے لیے یہ بات ہی کافی ہے کہ اس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا نام آ جائے۔ کچھ اس سے ملتا جلتا موقف امام حجر عسقلانی نے بھی اپنایا۔ موجودہ دور میں پندرہ سو مشہور موضوع احادیث پر مبنی ایک کتاب بھی منظر عام پر آئی ہے جس میں ایک پورا باب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر مبنی موضوع احادیث سے عبارت ہے۔ انہیں دنوں ایک سنی عالم دین نے بھی ایک ضخیم تحقیقی کتاب تصنیف کی ہے جس میں فضائل امیر معاویہ کے حوالے سے ایک ایک حدیث کا جائزہ لے کر دلائل و براہین سے ثابت کیا ہے کہ افضلیت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہر حدیث میں کوئی نہ کوئی کاذب، شامی یا ناصبی راوی موجود ہے یا کوئی دیگر فنی سقم ہے اور ایک حدیث بھی صحت کے معیار پر پوری نہیں اترتی۔

اس موقع پر یہ حقیقت عیاں کرنا بھی ضروری ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دور حکمرانی میں جہاں حضرت مولا علی کا نام لینا جرم بنا دیا وہیں اپنے فضائل پر مبنی سینکڑوں احادیث وضع کروا لیں جس کی گواہی امام احمد بن حنبل سمیت مختلف فقہاء و محدثین نے بھی دی۔ بنا بریں مذکورہ موضوع، من گھڑت اور ضعیف احادیث کی بناء پر اپنی مطلب برادری کے لیے ہمیں کسی طلیق اور مؤلفہ القلوب صحابی کو افضل ترین صحابہ کرام و اہل بیت اطہار پر فضیلت نہیں دینی چاہیے۔ بار دیگر حضرت امیر معاویہ کی فضیلت کا اندازہ لگانا ہو تو حضرت عمر فاروق کے اس حکم سے لگانا چاہئے جو انہوں خاندان ابوسفیان کی مالی مراعات بند کرنے پر دیا کہ اب ہم یہ رشوت نہیں دے سکتے ان سے جو شرارت ہوتی ہے وہ کر کے دیکھ لیں۔ اسی طرح جب حضرت عمر فاروق نے اپنے بعد خلیفہ کے انتخاب کے لیے صحابہ کا جو پینل اناؤنس کیا اسے یہ ہدایت کی کہ وہ ہر صورت میں اپنے میں سے کسی ایک کو چُن لیں ورنہ امیر معاویہ اور عمرو بن عاص جیسے (دنیادار) لوگ (طلقاء) مسلمانوں مسلط ہو جائیں گے۔ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم حضرت امیر معاویہ کو طلیق ہونے کی وجہ سے خلافت کا حق دار نہیں سمجھتے تھے جبکہ حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق نے بھی انہیں خلافت کے اہل نہ سمجھا۔

افضلیت حضرت امیر معاویہ کا انوکھا معیار

حضرت امیر معاویہ کو افضل سمجھنے والے احباب بعض واضح فضیلتوں کے باوجود حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ کو تو خلفاء راشدین کی فہرست میں سختی سے چوتھے نمبر پر سمجھتے ہیں اور اس فہرست کو اوپر نیچے کرنے والے کو اہل سنت سے ہی خارج کر دیتے ہیں لیکن لاکھویں نمبر پر موجود حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے بارے میں ان کا معیار قطعاً مختلف ہے۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے وقت مسلمان ہونے والے آخری دو ہزار مسلمانوں (طلقاء) میں شامل ہونے اور بعد ازاں مالی مراعات لینے کی وجہ سے مؤلفہ القلوب ہونے کی حیثیت سے ان طلیق صحابہ کرام میں بھی آخری نمبروں پر آتے ہیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا نام بار بار کبار صحابہ اور اہل بیت اطہار کے ساتھ لیتے ہیں۔ کس قدر زیادتی ہے کہ ہر طرح کی فضیلتوں کے حامل کبار اصحاب رسول کی فہرست میں ایک لاکھویں عدد نمبر والے ایک طلیق اور مؤلفہ القلوب صحابی کو صرف اس لیے سر فہرست لایا جا رہا کہ دوران حکمرانی انہوں نے اپنی فضیلت میں سینکڑوں جعلی احادیث بنوالی ہیں جبکہ اعتراض کرنے والوں کو یہ کہہ کر خاموش کرا دیا جاتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ یہ تو اسی طرح کی ناانصافی ہو گی کہ اگر تعلیمی بورڈ میں ٹاپ پوزیشنیں لینے والے طلباء کے ساتھ ایک تھرڈ ڈویژن پاس منظورِ نظر یا سفارشی طالب علم کو صرف اس بنا پر میڈل دینے کی کوشش کی جائے کہ امتحان تو اس نے بھی پاس کیا ہوا ہے۔ سو اگر خلیفہ راشد اور تمام فضیلتوں کا حامل ہوتے ہوئے احباب کے نزدیک حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم چوتھے نمبر پر افضل ہیں جبکہ حضرت ابوبکر صدیق فضیلت کے لحاظ سے پہلے نمبر پر ہیں تو پھر ایک طلیق اور مولفۃ القلوب ہوتے ہوئے حضرت امیر معاویہ بھی لاکھویں نمبر کے صحابی ہیں اس لیے ان کو بھی افضلیت کے اسی درجے پر رکھنا چاہیے جو ان کی پوزیشن کے مطابق ان کا حق بنتا ہے۔

صرف ایک صحابی کے افعال کے بارے احادیث بیان کرنے کو رافضیت کہنے کی بدعت

جیسا کہ احباب جانتے ہیں کہ کم و بیش ایک لاکھ صحابہ کرام کو شرف صحابیت حاصل ہوا جن کو برا بھلا کہنے والے کو رافضی کہا جاتا ہے۔ کچھ مدت قبل تک صرف اہل تشیع کو ہی رافضی کہا جاتا تھا کیونکہ وہ مختلف جید صحابہ کرام خصوصاً شیخین کریمین کی شان میں گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ کچھ احباب نے ایک لاکھ صحابہ میں افضلیت کے لحاظ سے سب سے آخری صف میں نظر آنے والے صرف ایک صحابی یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے طرز حکمرانی اور اہل بیت اطہار سے ناروا سلوک پر مبنی بخاری اور مسلم شریف کی احادیث بیان کرنے پر رافضیت کے فتوے لگانے شروع کر دیے ہیں جس سے ایسا محسوس ہے کہ صرف یہ ایک صحابی ہی لاکھ صحابیوں پر بھاری ہیں کہ ان کو احکام دین اور سنت رسول سے ہر طرح کے انحراف کا پروانہ اور امت کو ان خلاف دین و سنت افعال سے آنکھیں بند رکھنے کا کوئی حکم صادر کر دیا گیا تھا، سو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے والد، والدہ اور ان کے بھائی سمیت 99999 صحابہ کا ادب و احترام کرتے ہوئے دوران حکمرانی ان کے خلاف شرع اقدامات کو صرف تاریخ کی درستگی کے لیے بیان کرنے والوں پر رافضیت کا فتویٰ داغ دینا انتہائی غیر مناسب فعل ہے۔ جہاں تک شیخین کریمین سمیت افضل صحابہ پر سب و شتم کرنے کا اہل تشیع کا فعل ہے تو ہم اس کو کھلی رافضیت سمجھتے ہیں

جس کی دین میں کوئی گنجائش نہیں اور اسی معیار کے مطابق حضرت امیر معاویہ ؓ پر بھی سب وشتم قطعاً قابل قبول نہیں ہے جبکہ ہمیں حضرت امیر معاویہ ؓ کے شرف صحابیت کا دفاع ضرور کرنا چاہیے لیکن ان کے طرز حکمرانی اور دیگر دگرگوں معاملات سے کھل کر اظہار لاتعلقی بھی کرنا چاہیے۔

حضرت امیر معاویہ کے بارے میں اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان بریلوی کا موقف

اعلیٰ حضرت نے آج سے کم وبیش سوا سو سال پہلے حضرت امیر معاویہ ؓ کے بارے میں جو کچھ فرمایا تھا وہ اس زمانے کی حد تک بالکل صحیح تھا کیونکہ اس زمانے میں تو وہابیوں کے جد امجد سید اسماعیل بھی یزید کو اپنی کتابوں میں لعنتی لکھتے تھے اور حضرت امیر معاویہ ؓ کی افضلیت تو کبھی زیر بحث ہی نہیں آئی تھی لیکن اب جبکہ اہل سنت میں فضل چشتی جیسے لوگ پیدا ہو چکے ہیں جو یزید کو نمازی، پرہیزگار ثابت کر کے امیر المؤمنین کا لقب دے رہے ہیں اور عظمت صحابہ کی تان صرف حضرت امیر معاویہ کی مدح سرائی پر ہی ٹوٹتی ہے۔ حد تو یہ ہے کہ محرم الحرام میں بھی شہداء کربلا کے ذکر کی بجائے افضلیت امیر معاویہ بیان ہو رہی ہے اور جہاں حضرت مولا علی اور دیگر خلفاء راشدین کے نام پر مساجد کے نام رکھے جاتے ہیں وہاں اب مساجد معاویہ بنانے کا اعلان ہو رہا جو حضرت امیر معاویہ ؓ کو کبار اصحاب رسول میں شامل کرنے کی واضح کوشش ہے۔ اہل سنت والجماعت کے بعض احباب کی سوچ میں یہ انتہائی ناروا تبدیلی صرف اور صرف حضرت امیر معاویہ ؓ کو صحابی سمجھ کر ان کے بارے میں کف السان کی وجہ سے ہوئی ہے۔ اعلیٰ حضرت کا فتویٰ کہ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرت امیر معاویہ ؓ کے درمیان معاملات میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ حق پر تھے جبکہ ان کے مراتب میں بھی زمین آسمان کا فرق ہے لیکن حضرت امیر معاویہ ؓ بھی سردار ہیں اور ان پر زبان لعنت جائز نہیں اگرچہ برحق اور نیک نیتی پر مبنی تھا لیکن بعض بدنیتوں نے اس کا قطعاً بے جا اور ناحق استعمال کرتے ہوئے حضرت امیر معاویہ کو صف اول کے صحابہ میں شامل کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ بناء بریں اعلیٰ حضرت کے فتوے کے مروجہ غلط استعمال پر علماء اہل سنت کی نظر ثانی کی اشد ضرورت ہے جس کو مد نظر رکھتے ہوئے کچھ جید علماء اہل سنت نے اس معاملے پر واضح موقف لے لیا ہے کہ حضرت امیر معاویہ ؓ کے حوالے سے بدلے ہوئے موجودہ زمینی حقائق کی بنا پر حضرت امیر معاویہ ؓ کے طرز حکمرانی پر مبنی احادیث کو بیان کرنا کف اللسان توڑنے کے زمرے میں نہیں آتا۔

یہ امر بھی خوش آئند ہے کہ صحیح العقیدہ محبان اہل بیت کی واضح اکثریت ان علماء حق کی پیروی کر رہی ہے موجودہ دور میں چونکہ حضرت امیر معاویہ ؓ کے شرف صحابیت کی آڑ میں حضرت مولا علی وحسنین کریمین کو غلط کار اور باغی قرار دیا جا رہا ہے تو اب وقت آ گیا ہے کہ محبان اہل بیت اس یزیدی ٹولے کا کھل کر رد کرنے کے لیے میدان عمل میں آئیں۔ کس قدر ناانصافی ہے کہ ہزاروں مسلمانوں کی شہادت کا باعث بننے اور یزید کو ولی عہد بنا کر سانحہ کربلا کی بنیاد رکھنے والے حضرت امیر معاویہ ؓ کے تباہ کن فیصلوں کو صرف خطا اجتہادی کہہ کر ہر خرابی سے بری کیا جا رہا ہے حالانکہ انہیں نبی رحمت کی بہت کم صحبت نصیب ہوئی اور آپ کے عالم قرآن وحدیث ہونے کا بھی کوئی ثبوت نہیں جو مجتہد ہونے کے لیے ضروری ہیں۔ ہاں خلیفہ راشد کے خلاف خروج، خلفاء راشدین کی اولادوں سے بد سلوکی، حضرت علی کو ممبروں پر گالیاں دلوانے، حضرت امام حسن کو زہر دلوانے، حضرت حجر بن عدی اور عمار بن یاسر جیسے عمر رسیدہ صحابیوں سمیت سینکڑوں اصحاب رسول کو شہید کرنے، اپنے ایک کمانڈر کی قیادت میں یمن اور حجاز سمیت مختلف صوبوں پر چڑھائی اور بے دریغ قتل عام، مال غنیمت میں ذاتی تصرف، مطلب برادری کے لیے رشوت دینے، سود کو جائز سمجھنے اور معاہدوں سے مکر جانے سمیت متعدد ایسے امور ہیں جن کی وجہ سے حضرت امیر معاویہ ؓ کو مجتہد ماننا کسی صورت روا نہیں۔

ایک اور مسئلہ بیان کرنا بھی ضروری ہے کہ ہمارے نزدیک کسی عام مسلمان پر بھی سب وشتم جائز نہیں چہ جائیکہ خدانخواستہ حضرت امیر معاویہ ؓ پر زبان لعنت دراز کرنے کو جائز قرار دے دیا جائے لیکن شومئی قسمت کہ حضرت امیر معاویہ ؓ وہ ہستی ہیں جن کی غلط پالیسیوں اور غیر اسلامی طرز حکومت کی وجہ سے مسلمانوں کی کثیر تعداد کا قتل عام ہوا، مسلمان کئی فرقوں میں بٹ گئے اور سانحہ کربلا ہو گیا جس کی تکلیف چودہ سو سال بعد بھی محسوس کی جاتی ہے۔ ہمارے جیسے دردمند اہل سنت حضرت امیر معاویہ ؓ پر کبھی لعن طعن نہیں کرتے جبکہ آپ کے صرف ان افعال کو ہی زیر بحث لاتے ہیں جو غیر اسلامی طرز حکومت اور اہل بیت و اصحاب رسول سے ناروا سلوک کے متعلق کتب احادیث میں درج ہیں۔ سو ان احادیث کے حوالے سے کوئی بات کرنا سب وشتم کے زمرے میں نہیں آتا۔ اگر حضرت امیر معاویہ ؓ اپنے دوسرے بھائی یزید بن ابوسفیان کی طرح اقتدار سے دور رہ کر خاموشی کی زندگی گزارتے تو ان کی ذات پر کوئی بات نہ ہوتی۔ اب اگر کسی صحابی نے خلاف سنت حکمرانی کی ہو اور اس سے کتب احادیث بھری پڑی ہوں تو اس کو صحابی سمجھ کر نظر انداز کر دینا معقول طرز عمل قرار نہیں دیا جا سکتا۔

آخر میں اہل سنت سے تعلق والے احباب سے گزارش ہے کہ ہم بھی حضرت امیر معاویہ ؓ کو صحابی رسول ماننے والے ہیں اور ایک صحابی کی حیثیت سے ان کی فضیلت کے بھی قائل ہیں لیکن ان کی فضیلت فتح مکہ کے بعد مسلمان ہونے والے ان طلقاء سے بھی کم مانتے ہیں جنھوں نے شرارتیں نہ کرنے کے عوض حضور اکرم ﷺ سے مالی مفاد حاصل نہیں کئے۔ سو کم و بیش ایک لاکھ صحابہ کرام میں حسب مراتب آپ کا آخری مقام ہے اس لیے انہیں اسی نمبر پر ہی رہنے دیں اور اہل تشیع کی زد میں حضرت امیر معاویہ ؓ کو خلفاء راشدین، عشرہ مبشرہ مہاجرین و انصار، بدری اور صلح حدیبیہ والے صحابہ پر افضلیت نہ دیں۔ اگر کتابیں لکھنی ہیں، عرس منانے ہیں یا مسجدیں بنانی ہیں تو پہلے اہل بیت اطہار، رتبے کے لحاظ سے افضل صحابہ، کاتبین وحی، مجتہد اصحاب رسول، امت کے افضل ماموں و دیگر قرابت داران رسول اور حضرت امیر معاویہ ؓ کے اسلام لانے سے قبل جانی و مالی قربانیاں دینے والے غازیان و شہداء اسلام کو اولیت دیں نا کہ حفظ مراتب کا خیال رکھے بغیر کم وبیش ایک لاکھ افضل اصحاب رسول کو چھوڑ کر حضرت امیر معاویہ ؓ پر ہی سارا زور صرف کر دیں۔ یہ صریح تاریخی بددیانتی کے ساتھ ساتھ کبار صحابہ واہل بیت کے ساتھ کھلی زیادتی بھی ہے جس کے خلاف محبان صحابہ واہل بیت آواز اٹھاتے رہیں گے خواہ ان پر رافضیت کے کتنے ہی فتوے کیوں نہ لگائے جائیں کیونکہ یہ فتوے امام شافعی و امام احمد بن حنبل سمیت تمام فقہاء پر بھی لگیں گے جن کو ان پاکباز ہستیوں نے دنیا میں اپنے لیے باعث افتخار اور آخرت میں ذریعہ نجات سمجھا۔ رب کریم ہم سب کو صحابہ کرام کی محبت اور اہل بیت اطہار کی غلامی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین